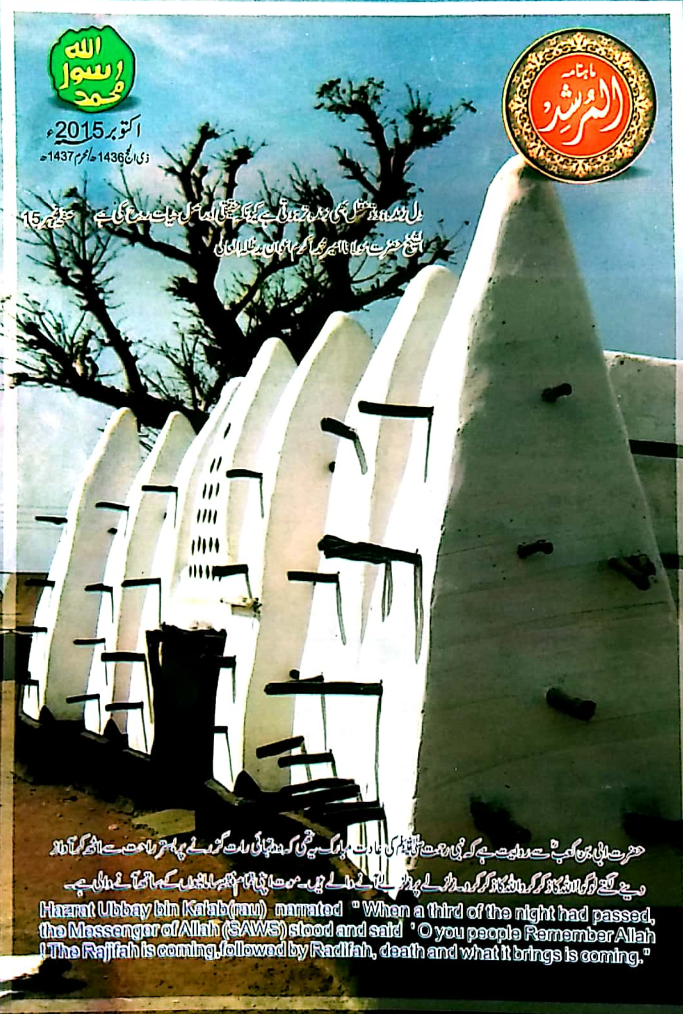

The Mosque of Larabanga, Africa

تصوف

تصوف کیا ہے؟

جس طرح سمندر کے تلخ، سیاہ اور کڑوے پانی سے سورج کی تپش بخارات اٹھاتی ہے اور انہیں بادلوں میں قدرت باری میٹھا پانی بنا کر جہاں چاہتی ہے بارش کے اس میٹھے اور صاف پانی کو زمین پر برسا دیتی ہے، اسی طرح سراج منیر ﷺ کے قلب اطہر کا نور انسان کے قلب کو کفر کے گہرے سمندر سے نکال کر ایمان کے مصفیٰ چشمے سے سیراب کر دیتا ہے۔ جس طرح کڑوے پانی اور میٹھے پانی کے درمیان اللہ کریم نے ایک پردہ قائم کر دیا ہے اسی طرح کفر اور ایمان کے درمیان جو ذات حد فاصل کی طرح جلوہ افروز ہے وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کا اتباع کرنے والا ہمیشہ کفر سے الگ رہ کر زندگی گزارتا ہے، کہ ایمان کی مٹھاس اسے کڑواہٹ کی طرف مائل ہی نہیں ہونے دیتی۔

زندگی میں یہی آزمائش ہے کہ انسان اس حد فاصل کو قائم رکھتا ہے یا ناقدری اور نافرمانی سے اس حال کو پہنچ جاتا ہے کہ یہ رخصت ہو جاتی ہے۔ انسان میں نیکی اور بدی فجور و تقویٰ دونوں ودیعت کر دیے گئے ہیں۔ راستے کی راہنمائی بھی کر دی گئی ہے۔ گویا وجود انسانی میں کڑوے پانی کے سمندر بھی ہیں اور مصفیٰ پانی کے چشمے بھی۔ اب یہ انسان پر ہے کہ وہ پاکیزہ کو اختیار کرتا ہے **یا کفر** کے اندھیروں میں رہنا چاہتا ہے

تصوف جس کا معنی ہے پاکیزہ، صفائے قلب یہ فرائض نبوت یعنی ”تزکیہ“ کا ترجمہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ایک نگاہ مبارک جسے نصیب ہوئی اس کے وجود میں نور کے چشمے جاری ہو گئے۔ مادی کثیف بدن سے بھی ذکر اللہ کی روشنی پھوٹ پڑی اور کفر، عصیان اور فسق کی سیاہی دور ہو گئی۔ ان کے دلوں پر ایسا نور برسا کہ ان کے گرد اگرد مضبوط حصار بن گیا اور ضمانت مل گئی کہ اب اس حصار کو کسی کفر کی یلغار پار نہیں کر سکے گی۔ سلاسل تصوف میں شیخ کی صحبت میں برکات نبوت ﷺ نصیب ہوتی ہیں اور دلوں میں ذکر اللہ کو سینچا جاتا ہے۔ خلوص دل سے جو طلب کرتے ہیں ان کے دلوں میں بھی ایمان و کیفیات اور انوارات کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ بعض اتنے سعید ہوتے ہیں کہ خود قلزم فیوضات بن کر ایک مخلوق کو سیراب کر دیتے ہیں کہ صدیاں ان سے متاثر ہوتی ہیں۔ یہ عظیم ہستیاں مشائخ کہلاتی ہیں۔ شیخ کی صحبت اور تربیت پانے والے لوگ شریعت پر دلی خلوص اور چاہت سے عمل کرتے ہیں۔ یہی خلوص احسان ہے اور ہر عمل کی قبولیت کی بنیاد ہے۔ سو حصول تصوف واجب ہے کہ اس کا پھل یعنی خلوص ہر عمل کی روح کا درجہ رکھتا ہے۔ خلوص کے بغیر عمل محض ایک کاغذی پھول یا تصویری پھل ہے جس میں خوشبو نہ حسن اور نہ ذائقہ۔ کیا یہ زادِ راہ عرصہ محشر میں فائدہ دے گا؟ لہٰذا ضروری ہے کہ کسی کامل ولی سے وابستہ ہو کر اپنے اعمال، افکار و کردار کو خالص اور کھرا کر لیں تا کہ ہر عمل مقبول ہو، ہر سانس مقبول ہو اور فلاح پا جائیں۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (سورۃ الاعلیٰ: 14، 15)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ
المرشد
PS/CPL#15

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اکتوبر 2015ء ذوالحجہ 1436ھ محرم الحرام 1437ھ

جلد نمبر 37 شمارہ نمبر 2

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرقی وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

اسلم مطب 0303-4409395

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
طریقہ ذکر		5
کلام شیخ	سیماب اویسی	6
اقوال شیخ	انتخاب	7
ماہانہ بیان	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	16
اکرم التفاسیر	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	21
سوال و جواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	26
مجنوں جو مرگیا	ابوانیس حبیب الرحمن لدھیانوی	29
جامع مسجد بنگلہ میں خطاب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	35
مسائل جنازہ	فرحان معراج	41
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	45
بچوں کا صفحہ	ع خان، لاہور	48
طب	حکیم عبدالماجد اعوان، سرگودھا	50
Translated Speech	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	53
A LIFE ETERNAL CH:25-26	Abul Ahmadain Translated: Naseem Malik	55
Translated Speech	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	57

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور
Ph:042-35180381, Email:monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org/info
Ph:0543-562200, FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

ختم خریداری کی اطلاع

O یہاں اس دائرے میں اگر X کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔"

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل
تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا .... بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (البقرہ:59)

یہ لوگ جب داخل ہوئے تو نہ ہی سجدہ کیا اور نہ ہی الفاظ درست کہے بلکہ حِنْطَةٌ کہنے لگے جس کا معنی روٹی ہے کہ بھئی! ہم تو بھوک کے ستائے ہوئے لوگ ہیں ہمیں تو کھانا درکار ہے۔

لہٰذا اس فعل اور قول کو بدل دینے کی وجہ سے ان بدکاروں پر آسمان سے آفت نازل کی گئی۔ کہ ان کی بدکاری کا ثمر تھا۔ ایک ظلم تو سجدہ نہ کرنے کا تھا دوسرا یہ کہ الفاظ ہی بدل دیے جو مامور بہ تھے یہاں تو معنی بھی بدل گئے اگر معانی محفوظ رکھتے ہوئے صرف الفاظ بدل دیے جائیں تو بھی درست نہ ہوگا خصوصاً عبادات میں مثلاً اذان یا صلوٰۃ میں ثناء اور التحیات وغیرہ کہ ان کی جگہ معانی کو لحوظ رکھتے ہوئے بھی الفاظ بدل دینا جائز نہیں اور نہ صلوٰۃ ہوگی (معارف القرآن) ہاں احادیث میں روایت بالمعنی کا جواز ملتا ہے قرطبی نے امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحہم اللہ سے نقل کیا ہے مگر وہ بھی اس شخص کے لئے جو عربی زبان میں ماہر ہو اور مواقع خطاب اور ماحول کے لحاظ سے معانی یا مضمون کو سمجھے ہر کس و ناکس کے لئے نہیں اور اگر کوئی ایسا کرے تو وہ دنیوی نقصان میں بھی مبتلا ہوگا۔

اس طرح صوفی کے لیے ان الفاظ و وظائف میں جو شیخ نے تعلیم فرمائے ہوں تبدیلی جائز نہیں ورنہ اس کا دینی نقصان بھی ہوگا اور دنیاوی مصائب بھی آئیں گے۔ جس طرح ان نافرمانوں پر طاعون مسلط کردی گئی جو بطور سزا کے تھی اور اس کا سبب ان کی نافرمانی تھا۔ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ کہ وہ بداعمال تھے۔

مصائب کا فلسفہ: بدکاروں پر مصیبت بطور سزا آتی ہے اور جو مصائب نیک بندوں پر آتے ہیں وہ بطور انعام ہوتے ہیں کہ بعض مقامات قرب کے حصول کے لیے ضروری ہوتے ہیں جیسے شہادت کے لئے قتل ہونا راہ حق میں ضروری ہے اور بعض اوقات منصب و مقام کے لحاظ سے عبادات میں کمی رہ جاتی ہے جسے تکالیف دنیوی پورا کرتی ہیں۔ اور کبھی مجاہدہ کرانا مقصود ہوتا ہے تاکہ اس پر انعام مرتب ہو کہ یہ مجاہدہ اضطراری ہے جیسے آگے اسی قصہ میں آرہا ہے اور وہ وقت بھی یاد کرو جب وادیٔ تیہ میں تم کو پیاس نے بے حال کردیا اور تمہارے لئے موسیٰ علیہ السلام نے پانی کی دعا کی۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى .... فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (البقرہ:60)

تو ہم نے تمہیں وہ بھی خرق عادت کے طور پر بخشا۔ موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنا عصا پتھر پہ ماریں۔ فوراً اس پتھر میں سے بارہ چشمے جاری ہوگئے اور ہر شخص کو اس مشرب یعنی سیراب ہونے کا چشمہ بھی بتادیا گیا۔ کس قدر عنایات ہیں کہ بارہ قبیلوں کے لئے بارہ چشمے جاری فرمادیے اور وہ بھی خرق عادت کے طور پر۔ امور عادیہ میں انسانی محنت ضروری ہے کہ اگر بارش ہوتی تو اس کے لئے تالاب بناتے پھر پانی صاف نہ رہتا گدلا ہوتا رہتا یا اور کئی طرح کے مصائب بنتے مگر اللہ نے پانی ہی خرق عادت کے طور پر عطا فرمایا اور اس میں بھی اس قدر رعایت برتی کہ ہر قبیلے کے لئے علیحدہ چشمہ جاری فرمایا اور اسے بتا بھی دیا اور فرمایا کہ اللہ کے عطاء کردہ رزق سے کھاؤ، پیو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ ان سب انعامات کے بدلے اللہ کا شکر ادا کرو۔ ورنہ چھینا جھپٹی کرو گے تو روئے زمین پر فساد پیدا ہوگا گویا دنیا کا حسن و زینت اور اس کے آرام و آسائش کا مدار بھی اعمال انسانی پر ہے۔ اگر یہ بدکار ہوگا تو اس کی بدی کے اثرات ماحول کو متاثر کرکے دنیا میں فساد پیدا کرنے کا ذریعہ بنیں گے۔

اداریہ

اللہ رسول محمد

لِلّٰہ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضْ

یہ بات قطعی واضح ہے کہ انسانی عقل حسیاتِ انسانی کی قوت کے بغیر کسی بھی شے کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے اور عالم خلق ہی کی وسعت اتنی بے پناہ ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ انسان اپنی حسیات کے ساتھ اس کا ہی احاطہ کر سکے کجا کہ مقصد تخلیق، حقیقتِ ایمان یا خالق سے آشنائی کی گہرائیوں اور وسعتوں کو سمجھے، ہاں انبیاء و رسل کی صورت میں اللہ پاک نے عظیم ذریعہ عطا فرما کر یہ عقدہ وا فرما دیا

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا

وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

محرم الحرام قمری یعنی اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اور اس کی ابتداء حضرت عمر فاروق ؓ کی شہادت سے ہوتی ہے۔ یہ مہینہ اپنی آغوش میں وہ دلخراش سانحہ بھی لئے ہوئے ہے کہ جس میں ہستیٔ مبارکؐ کے خانوادہ کو تہہِ تیغ کیا گیا، اس لرزہ خیز ظلم کے ڈھانے والے اسی ہستیٔ مبارک کا کلمہ بھی پڑھتے تھے۔ واضع نے ایسے کوئی الفاظ وضع نہیں کیے کہ جو اس درد کو بیان کر سکیں۔ زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ دماغ شل ہو جاتا ہے، سوچ ساکت ہو جاتی ہے، دل ڈوبنے لگتا ہے اور نظر بے ساختہ آسمان کی طرف اٹھ جاتی ہے۔ بے شک واقعہ کربلا روزِ محشر کے حساب کتاب اور جزا و سزا پر ایمان کو مزید پختہ کرتا ہے کہ اس ظلم کا بدلہ عالمِ خلق میں ممکن ہی نہیں۔

ایمان ایک کیفیت ہے اور وجودِ انسانی میں کیفیات کا مقام قلب انسان ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ محض شرائطِ اسلام کا جاننا کسی انسان کو انسانی عظمت پر پہنچا دے اور وہ مسلمان ہونے کے حقیقی درجہ تک پہنچ جائے۔ ہاں مگر یہ تب ہے جب ان شرائط کے جاننے کے ساتھ دل میں یقین کامل بھی ہو۔

واقعۂ کربلا جہاں ایک عظیم سانحہ ہے وہاں محض جاننے اور یقین کامل کے ساتھ جاننے کا ایسے مدلل انداز میں بانگِ دہل بیان کرتا ہے کہ جس کی نظیر ملنا محال ہے۔ کوفیوں نے صرف مانا تو وہ ظلم بدبختی کی حدوں کو یہاں تک پار کر گئے کہ قاتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیرِ لشکر سے جا کر کہا میری اونٹنی کو سونے سے لاد دو میں نے آج امت کے سردار کا سر قلم کیا ہے۔ جبکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نواسۂ رسول ﷺ، بی بی فاطمہ کے لعل، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چاند، امتِ مصطفٰے کی شان اور جنت کے نوجوانوں کے سردار نے جب تہہِ دل سے مانا تو اللہ پاک کے حکم پر ایسے قربان ہوئے کہ حج کے موقعہ پہ جمع لاکھوں مسلمانوں کو آواز تک نہ دی اور وہ گردن کہ جس پہ بوسۂ رسول ثبت تھے، بمعہ اہل و عیال، تلوار کی دھار پر رکھ دی۔

اس سانحہ سے روزِ محشر تک کے لیے، ماننے اور یقین کامل سے ماننے والوں کے لیے دو راستے متعین ہو گئے۔ حسینیت اور یزیدیت جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ انسان کسی بھی شے کو سمجھنے کے لیے حواسِ خمسہ کو بروئے کار لاتا ہے لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اتباع کے لیے ضروری ہے

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (سورۃ النحل 78) پارہ 14

اور اس نے تم کو کان عطا فرمائے اور آنکھیں اور دل تاکہ تم شکر کرو

دنیا کی یہ زندگی حیاتِ انسانی کے کئی مرحلوں میں سے ایک مرحلہ ہے اور یہ مرحلہ تخلیقِ انسانی کے مقصد میں انتہائی اہم ہے بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے تو حق ہے کہ انسان کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار انسانی زندگی کے اسی مرحلہ پر ہے۔

اس ٹوٹی پھوٹی اور بے ربط تحریر کے اس حصے تک پہنچتے پہنچتے میں ذاتی طور پر اپنے عہدِ رفتہ کے لیے اللہ پاک سے دست بدستہ معافی کا طلب گار ہوں اور بقیہ زندگی کے لمحوں کے لیے حسینیت کی راہ پر استقامت بوسیلۂ نبی اکرم ﷺ دعا کا طالب۔

شاید میری یہ کمزور تحریر قاری کو یہ کیفیات پہنچا جائے۔

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرم مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

ذکر شروع کرنے سے پہلے یہ تسبیحات پڑھیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ○ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَيْهِ ○ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ○ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ پھر ذکر شروع کر دیں طریقہ نیچے درج ہے۔

دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور جسم پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

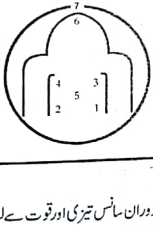

پہلا لطیفہ: بکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے: کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اللہ دل میں اترے اور خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹا لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

ذکر کے بعد دعا مانگیں اور آخر میں شجرہ سلسلہ عالیہ پڑھیں جو اگلے صفحہ پر درج ہے۔

شجرہ مبارک

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمتِ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت داوٗد طائی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوایوب محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ سلطان العارفین حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ قلزمِ فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ختم خواجگان خاتمہ مَن وخاتمہ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی بخیر گردان

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

کلامِ شیخ

شیخ المکرّم شاعری فرماتے ہیں ان کے دو تخلص ہیں سیمابؔ اور فقیرؔ۔ شعری مجموعے درج ذیل ہیں۔

گردِ سفر	کون سی ایسی بات ہوئی ہے	نشانِ منزل
متاعِ فقیر	دل دروازہ	سوچ سمندر
آس جزیرہ		دیدۂ تر

درج ذیل کلام ''دیدۂ تر'' سے لیا گیا ہے

غزل

تری دوستی نے آخر مجھے یہ صلہ دیا ہے
کبھی تھا میں جانِ محفل مجھے دربدر کیا ہے

مرا دل کہ اک چمن تھا جو بہار آشنا تھا
تری دوستی نے شعلہ سا کوئی دکھا دیا ہے

ترا چہرہ بس گیا ہے میرے دل کی دھڑکنوں میں
تری ذات کو مرا دل کہیں اور ڈھونڈتا ہے

تجھے بھی خبر تو ہوگی کہ میں جب بھی دل میں جھانکوں
وہ جو میرا اپنا دل تھا ترا نقش بن گیا ہے

غمِ عاشقی سلامت یہ غضب کا فتنہ گر ہے
مری آرزو چُرالی میرا دل بدل دیا ہے

کبھی شہرِ آرزو تھا کبھی اک جہانِ دل تھا
گری برق اس پہ ایسی کہ یہ شعلہ جل بجھا ہے

کہیں ڈھونڈ لے گا آخر ترا نقشِ پا جہاں میں
اسی آرزو میں گھر سے تری سمت چل دیا ہے

اقوالِ شیخ

1۔ جس طرح دماغ مادی چیزوں کا ادراک کرتا ہے اس طرح لطائف ربانی باطنی چیزوں کا ادراک کرتے ہیں۔

صفحہ نمبر 9 المرشد ستمبر 2015

2۔ یہ جو ذکر ہے یہ ایسے ہے کہ جو رحمت نازل ہو رہی ہے اُسے دل قبول کر رہا ہے، اب اگر غافل ہوگا تو وہ ابر رحمت جو ہمہ وقت برس رہا ہے اسے قبول نہیں کر سکے گا۔ صفحہ نمبر 8 المرشد مئی 20156

3۔ انسان بہت سی باتوں کے بارے جاننا چاہتا ہے لیکن جو بات اللہ کا نبی ﷺ ارشاد فرما دے اس کے بارے میں کچھ جاننے کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ ایمان کی دلیل ہے، یہ مومن کی شان ہے۔ صفحہ نمبر 8 اپریل 2015

4۔ یہ جو برکاتِ نبوت ہیں وہ یقین ہے جو تعلیماتِ نبوت پر بندے کو قائم کر دے اور وہ کہے کہ یہ یقیناً ہونا ہے اور زندگی اس کی تیاری میں بسر کر دے۔ اسے تصوف کہتے ہیں۔ صفحہ نمبر 9 المرشد جولائی 2015

5۔ نبیؑ ہر حال میں نبیؑ ہوتا ہے اور ازل سے تخلیقی طور پر چُن لیا جاتا ہے اور ہمیشہ نبوت ہی وہ صفت ہے جو نبی کی ذات کا وصف بن جاتا ہے، دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ صفحہ نمبر 22 جون 2015

6۔ علمائے حق لکھتے ہیں کہ ہر عبادت میں خلوص ضروری ہے۔ خلوص کے بغیر عبادت قبول نہیں ہوتی لیکن ذکر ایسی عبادت ہے کہ بغیر خلوص کے شروع کیا جائے اور مسلسل کرتے رہیں تو خلوص پیدا ہو جاتا ہے۔

صفحہ نمبر 16 جون 2015

7۔ جب لطیفۂ قلب ظلمتوں کے نیچے دب جاتا ہے تو انسان عالم امر کا اور ارواح کا ادراک نہیں کر پاتا اور یکسو ہو کر دنیا میں لگا رہتا ہے۔ صفحہ نمبر 9 المرشد ستمبر 2015

8۔ روح کی غذا بھی ذکر الٰہی ہے۔ روح کی دوا بھی ذکر الٰہی ہے۔ صفحہ نمبر 8 المرشد ستمبر 2015

ماہانہ بیان

2 اگست 2015ء

عقیدہ بنیاد ہے

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O والصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِکَۃُ اَوْ نَرٰی رَبَّنَا (الفرقان:21)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَاعِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَاعَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ O مَوْلَایَ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

میں شاید بیان تو کچھ اور کرنا چاہتا تھا،لیکن ایک ساتھی کی e.mail آئی۔اسے میں نے مختصر سا جواب دے دیا لیکن یہ سوچا کہ یہ ایک اہم بات ہے اسے ذرا وضاحت سے بیان کرنا چاہیے۔اللہ کرے میرے یہ معروضات اس ساتھی تک بھی پہنچ جائیں جس کی e.mail تھی e.mail میں یہ تھا کہ میں دین کو مانتا تو ہوں اس لیے کہ قرآن میں ساڑھے چودہ سو سال پہلے جو باتیں کہی گئیں آج سائنس اس کی تصدیق کر رہی ہے۔اس لیے مانتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اللہ سے روبرو بات کروں۔میں نے اس کے جواب میں تو لکھ دیا کہ اگر آپ کو بات کرنے کا شوق ہے تو قرآن کریم پڑھو، ترجمہ سمجھو اور دیکھو اللہ آپ ہی سے بات کر رہا ہے۔یہ کرو یہ نہ کرو، یہ مانو یہ نہ مانو، ساری بات آپ سے ہو رہی ہے لیکن یہ مکمل جواب نہیں تھا۔

ہم اللہ کو واحد کیوں مانتے ہیں، اللہ کو اللہ کیوں مانتے ہیں؟ اسلام یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے اس لیے مانتے ہیں، اب اگر ہم اس کو اس طرح مانیں کہ سائنس ان باتوں کی تصدیق کرتی ہے جو قرآن نے کہی ہیں اس لیے قرآن سچا ہے تو یہ کفر ہوا، یہ اسلام نہیں ہے۔اللہ کو کافر بھی مانتے ہیں، دنیا کا کوئی ذی شعور بندہ، کوئی سمجھدار بندہ، کوئی بندہ بھی اللہ سے انکار نہیں کرتا، کافر بھی مانتے ہیں لیکن مانتے اپنی طرح سے ہیں۔اسلام یہ ہے کہ اس طرح سے مانا جائے جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ منواتے ہیں۔ہمارے فقہاء نے اس کی تشریح کر دی ہے۔فقہ کی کتابوں میں ہے کہ جب آپ بچے کو اللہ کا تصور دیتے ہیں تو اس کو سمجھائیں کہ میں اس اللہ کو مانتا ہوں جس کو محمد رسول اللہ ﷺ بن عبداللہ جو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، جیسا وہ منواتے ہیں، میں ویسا مانتا ہوں، یہ شرط ہے ایمان کی، صرف اللہ کو ماننا تو مجبوری ہے کہ جب عقل بھی تجزیہ کرتی ہے کہ یہ زمین کہاں سے آئی، آسمان کہاں سے آیا، بارش کہاں سے آئی، مخلوق کس نے پیدا فرمائی؟ تو ایک بنانے والا، پیدا کرنے والا ماننا پڑتا ہے، ایک ایسا جو اپنی ذات سے ہے، اسے کسی نے پیدا نہیں کیا، ورنہ تسلسل چلا جائے گا کہ یہ چیز کس نے بنائی؟ فلاں نے۔اسے کس نے بنایا؟ فلاں نے، اسے کس نے بنایا؟ فلاں نے۔ پھر ایک جگہ کہیں رکنا پڑے گا کہ ایک ایسی ہستی ہے جو از خود قائم ہے جسے کسی نے نہیں بنایا۔

حضرت صالح علیہ السلام کے خلاف کفار نے جب مشورہ کیا، مشورہ یہ تھا کہ رات کو شب خون ماریں اور انہیں سارے خاندان سمیت قتل کر دیں، اور رات کو منتشر ہو جائیں اور صبح جب آئیں گے تو ہم کہیں گے یہ کیا ہوا ہم تو یہاں تھے ہی نہیں، ہم تو شہر میں نہیں تھے۔تو جب یہ طے ہو گیا تو انہوں نے کہا تھا، تَقَاسَمُوْا بِاللّٰہِ ، جو آپس میں ہم نے طے کیا ہے اس پر اللہ کی قسمیں کھاؤ یعنی اللہ کو وہ بھی مانتے تھے، اور اللہ کے نبیؑ کے قتل کی سازش کر رہے تھے، ایسا نہیں مانتے تھے جیسا نبیؑ منواتا ہے، اپنی طرف سے مانتے تھے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ اسی ڈبے میں ان کے ساتھ ایک انگریز افسر بھی تھا۔ اس کے پاس کتا تھا، انگریزوں کی عادت تھی اب بھی آپ دیکھیں کوئی نہ کوئی ایک کتا گود میں اٹھائے پھرتے ہیں، تو وہ جب مولانا کے قریب گیا، کتے کی عادت ہوتی ہے سونگھنے کی، تو انہوں نے فرمایا اسے پیچھے کھینچ لو اور اپنے پاس رکھو۔ اس انگریز نے کہا کہ آپ مسلمانوں کے مذہبی لیڈر ہیں اور آپ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام ساری مخلوق پر رحم کرنے، سب سے پیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے تو یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے اس سے نفرت آپ کیوں کرتے ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ مجھے میرے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ یہ نجس ہے اسے دور رکھو اس لیے یہ جواز ہے۔ یہ حقیقی وجہ ہے، جس لیے ہم کرتے ہیں لیکن چونکہ تو نبی علیہ السلام پر ایمان نہیں رکھتا تیری سمجھ میں یہ بات نہیں آئے گی میری بات یہی ہے، تیرے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تم وہ قوم ہو جو ان لوگوں سے پیار کرتے ہو جو اپنی قوم کے دشمن اور تمہارے وفادار ہوں۔ یہ کتا کتے کا دشمن ہے، تمہارے آگے دم ہلاتا ہے، ہم ایسوں کو اچھا نہیں سمجھتے۔ یہ جواب وہ پہلے بھی دے سکتے تھے لیکن انہوں نے کہا نہیں، حقیقی جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

تو ایمان یہ ہے کہ کسی سائنس کے حوالے سے نہیں، کسی تجربے کے حوالے سے نہیں، ایمان یہ ہے کہ محمد رسول ﷺ نے فرمایا میں اس لیے مانتا ہوں۔ انسان کو اللہ کریم نے یہ ذرائع دیے ہیں چیزوں کو جاننے کے لیے ان میں پہلا پہلا ذریعہ حواس خمسہ ہیں، دیکھ کر جانتا ہے، سن کر جانتا ہے، سونگھ کر جانتا ہے، چکھ کر جانتا ہے، چھو کر جانتا ہے، یہ حواس خمسہ جاننے کا ذریعہ ہیں لیکن یہ سب دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ ہم سفر کر رہے ہوتے ہیں گاڑی میں اور نظر یہ کہتی ہے کہ درخت بھاگ رہے ہیں۔ ان سے اوپر ایک ذریعہ ہے اور وہ ہے عقل و شعور۔ عقل اسے کہتی ہے تمہیں دھوکہ لگ رہا ہے، درخت نہیں بھاگ رہے، گاڑی بھاگ رہی ہے، درخت کھڑے ہوئے ہیں۔ ہم کئی دفعہ آسمان پہ چاند دیکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ بادلوں میں چاند بھاگ رہا ہے۔ یہاں نظر کو دھوکہ لگتا ہے عقل اسے کہتی ہے چاند اپنی جگہ ہے، بادل بھاگ رہے ہیں۔ جہاں عقل بھی جواب دے جائے، عقل بھی عاجز ہو جائے وہاں پھر اگلے ذریعہ کا سہارا ہوتا ہے، وہ ذریعہ علم ہے، خبر صادق۔ ہمارے پاس کوئی ایسا بندہ آجائے جو کہے بھئی میں چاند پر موجود تھا میں نے وہاں یہ دیکھا، اب اس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ خبر صادق کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تو ہماری آنکھیں، ہمارے حواس خمسہ، ہماری عقل یہ تو سائنس کے دلائل تک پہنچ جاتی ہے لیکن حقیقت تک نہیں، حقیقت وہ ہے جو اللہ کا رسول ﷺ بیان فرماتا ہے۔

آپ ﷺ نے جو دعوت دی وہ یہی تھی کہ آپ ﷺ نے کوہ صفا پہ کھڑے ہو کے قوم کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ تم پہاڑ کے سامنے ہو، میدان میں ہو، میں پہاڑ کی چوٹی پر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تم مجھے کیسا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا، ہم آپ کو سچا سمجھتے ہیں، صادق سمجھتے ہیں اور امین سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ میں صادق و امین تمہیں یہ بتاؤں کہ پہاڑ کی دوسری طرف ایک لشکر ہے وہ تم پر حملہ کرنے والا ہے، اس لیے کہ تمہارے سامنے تو پہاڑ حائل ہے میں پہاڑ کی چوٹی پر ہوں۔ جیسا تمہیں دیکھ رہا ہوں ایسے پہاڑ کی دوسری طرف بھی دیکھ رہا ہوں تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ دنیا فنا ہوگی کہ آخرت آنے والی ہے۔ اللہ پر ایمان لاؤ، اللہ کی اطاعت کرو، ایک زندگی آگے آ رہی ہے۔ جس پر ابولہب نے کہا تھا آپ نے اس لیے ہمیں جمع کیا تھا۔ اس پر سورۃ لہب نازل ہوئی۔ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام یہ ہے کہ دونوں عالم آپ ﷺ کے سامنے ہیں تو جو اس عالم کی خبر دیتے ہیں وہ خبر صادق ہے، سچی اور یہ آخری دلیل ہوتی ہے علم کی۔ اس لیے ہم اللہ کو اللہ وحدہ لاشریک جیسا کہ اس کی ذات اور جیسی اس کی صفات ہیں ویسا مانتے ہیں۔ کیوں مانتے ہیں؟ ہمیں محمد رسول ﷺ نے بتایا۔ یہی مفہوم ہے کلمہ اسلام کا، لا الہ الا اللہ، کوئی ایسی ہستی نہیں جس سے امیدیں وابستہ کی جائیں، کوئی ایسی ہستی نہیں جس کی عبادت کی جائے۔

عبادت کیا ہوتی ہے؟ غیر مشروط اطاعت۔ تم نے کیسے جانا محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ ہمیں آپ ﷺ نے بتایا۔ اس طرح اپنی اصلاح ضرور کر لیجئے، عقیدہ بنیاد ہے۔ آگے کی باتیں بعد کی باتیں ہیں، بنیادوں پر عمارتیں بنتی ہیں ہواؤں میں عمارتیں نہیں بنتیں، کفار کا یہی مسئلہ تھا۔ وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ نَرٰى رَبَّنَا (الفرقان:21)

وہ کہتے تھے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، اللہ کا نبی یا اللہ کا رسول

ہماری طرح کا انسان ہے۔ کھاتا پیتا ہے، چلتا پھرتا ہے، بیوی بچے ہیں گھربار ہے، گرمی سردی ہے جیسے ہم ہیں ویسا یہ ہے۔ اب اگر فرشتہ ان پر آتا ہے تو ہمارے سامنے فرشتے کیوں نہیں آتے، ہمارے ساتھ بات کیوں نہیں کرتے، یا پھر اگر ہمارا پروردگار ہے، رب ہے تو ہم خود اسے کیوں نہیں دیکھ سکتے؟

یہی مسئلہ اس ساتھی کا تھا کہ میں خود اللہ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ دو چیزیں ہوتی ہیں، دو طرح کی بات ہوتی ہے۔ آپ مانتے ہیں کہ عرب میں ایک بادشاہ ہے، کیوں مانتے ہیں آپ نے کبھی اس کو دیکھا آپ نے اس سے بات کی، کبھی آپ نے سوچا کہ میں اس سے بات کروں گا تو بادشاہ مانوں گا۔ آپ کے پاس خبر ہی ہے، عرب کو تو دور ہے چھوڑ دیں، امریکہ، برطانیہ کو چھوڑیں اپنے وزیراعظم سے کبھی آپ نے بات کی۔ کبھی آپ نے سوچا کہ میں اس سے بات کروں تو اسے وزیراعظم مانوں گا۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں یہ وزیراعظم ہے ان کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی میں خود وزیراعظم کو دیکھوں، اس سے بات کروں تو میں مانوں گا۔ اب آپ جیسا ایک انسان ہے شاید کردار میں یا عنداللہ مقام میں آپ سے کم تر ہو گا۔ آپ جیسا اچھا کردار اس کا نہ ہو۔ شاید قد بت میں، حسن صورت میں آپ اس سے بہتر ہوں۔ شاید علمی طور پر آپ کی لیاقت اس سے زیادہ ہو، آپ بے شمار موضوعات کو اس سے زیادہ جان سکتے ہیں لیکن وزیراعظم تو وہی ہے اور آپ مانتے ہیں۔ خبر ہی ہے آپ کے پاس، تو اپنی جیسی مخلوق کو ملنے کے لیے دیکھنے کے لیے ایک status ہونا چاہیے۔ آپ اس درجے پہ ہوں، آپ جائیں پرائم منسٹر ہاؤس میں، بتائیں، میں فلاں ہوں، دروازے کھل جائیں، آپ کو بلایا جائے، آپ کو بٹھایا جائے، وزیراعظم آپ سے ملنے آئے تو یہ سب ممکن ہے۔ روز ہوتا ہے روز لوگ ملتے ہیں لیکن میں اور آپ تو نہیں مل سکتے۔ تو جب ہم اپنی جیسی مخلوق کو بن دیکھے ہم سن کر مان رہے ہیں تو کہاں ذات باری تعالیٰ، کہاں حقیر مخلوق اور کہتے ہیں میں بات کر لوں۔

انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوق میں افضل ترین، روشن ترین، پاکیزہ ترین ہستیاں ہیں اس کا احسان کہ مختلف انبیاء کو مختلف شانیں عطا کیں۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا موسیٰ علیہ السلام کو یہ شان عطا کر دی کہ وہ اللہ سے بات کرتے تھے۔ اب جب باتیں ہوتی تھیں، گزارشات پیش کرتے تھے، اوپر سے جواب آتا تھا، یا اللہ کریم سوال پوچھتے تھے یہ جواب عرض کرتے تھے، جیسے یہ سوال ہوا وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى۔ اے موسیٰ! آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا: قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى۔ موسیٰ علیہ السلام جواب دے رہے ہیں۔ تو ایک فطری بات ہے جب بات ہو رہی ہے اور وہ ہستی بہت محبوب بھی ہے، جان سے زیادہ عزیز تر بھی ہے، قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ اللہ مجھے اپنی ذات دکھا دے میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا، لَنْ تَرٰىنِيْ موسیٰ! یہ بہت بڑا عظیم مقام ہے کہ تجھے شرف ہمکلامی حاصل ہے، دیکھ نہیں پائے گا اس دنیا میں۔ یہ دنیا، اس کے ذرائع، یہ حواس خمسہ، اس دنیا میں اس قابل نہیں کہ میرے جمال جہاں آراء کو دیکھ سکیں۔ اولوالعزم رسولؐ ہیں، اللہ سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل ہے لیکن، فرمایا، یہ دنیا اور اس کے جو حواس آپ کے پاس ہیں دیکھنے سننے کے یہ اتنے کمزور ہیں کہ میری تجلی کو برداشت نہیں کر پائیں گے اور تجربہ کے طور پر آپ دیکھ لیں، وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ اس پہاڑ کو دیکھو میں تھوڑا سا پردہ سرکاتا ہوں رخ انور سے اگر یہ پہاڑ سلامت رہ گیا تو پھر آپ بھی دیکھ لیں گے فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا۔ موسیٰ علیہ السلام دوسرے پہاڑ پر کھڑے تھے۔ بہت ہلکی سی تجلی جمال باری کی اس پہاڑ پہ پڑی، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام وہاں بیہوش ہو گئے۔ اب میں اور آپ اٹھ کر کہیں کہ میں اللہ سے بات کرنا چاہتا ہوں، اس کا مطلب ہے ہم نے عظمت الٰہی کو سمجھا ہی نہیں۔ کیوں نہیں سمجھا؟ اس لیے کہ ہم اللہ کو سائنس کے حوالے سے مان رہے ہیں۔ اگر ہم اللہ کو محمد رسول ﷺ کے حوالے سے مانیں تو ہمیں عظمت الٰہی کا اندازہ ہو۔ فرمایا یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ سے بات کرتے ہیں دراصل انہیں آخرت میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے پر اعتماد نہیں ہے، یہ اسی زندگی کو زندگی سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں زندگی گئی قصہ ختم ہو گیا۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ایسے لوگ جنہیں ہماری بارگاہ میں حاضری کا، قیامت کا، حساب کتاب کا، آخرت کا یقین نہیں ہے وہ کہتے ہیں لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے ہم سے بات

کیوں نہیں کرتے؟ اسی ایک بندے سے آکر، وحی دے کر، بات کر کے چلے جاتے ہیں ہم سے خود بات کیوں نہیں کرتے، یا پھر ہم خود اپنے پروردگار کو کیوں نہیں دیکھتے؟ تو یہ کفار کی بات ہے، منکرین آخرت کی بات ہے منکرین عظمت الٰہی کی بات ہے۔ مانتے اللہ کو وہ بھی تھے لیکن اپنے طریقے سے۔ اللہ کو مانتے تھے اس کی صفات کو مانتے تھے، لیکن یہ سب کچھ غیب تھا، پھر انہیں کسی حضوری کی تلاش ہوئی کہ کوئی چیز سامنے بھی ہونی چاہیے۔ پھر اس کی مختلف صفات میں مختلف چیزوں کو شریک کیا اور کچھ نہ ہو سکا تو پھر پتھر کا بت ہی تراش لیا کہ یہ بارش برسانے میں، اللہ کی بارش برسانے والی صفت میں شریک ہے، یہ اولاد دینے والی صفت میں شریک ہے۔ یہ بت اگرچہ عورت کا ہے لیکن صداقت کا بت ہے اللہ کی صفت صداقت میں شریک ہے۔ ایک عورت کا بت بنا کر اس کا نام سرسوتی یا اس طرح کا کوئی نام رکھ دیا اور یہ دیوی جو ہے دولت دینے والی ہے یہ اللہ کی صفت رزاقیت میں شریک ہے۔ یہ ساری کفر کی شاخیں ہیں۔ یہ ساری کم حوصلگی کی شاخیں ہیں اور یہ ساری عقل انسانی پر بنیاد رکھتی ہیں۔ اگرچہ عقل انسانی خود اس قابل نہیں ہے کہ وہ معرفت حق کو پا سکے۔

انسان دو چیزوں کا مرقع ہے، بدن اور روح۔ عقل انسانی مادی وجود کا حصہ ہے۔ عقل بھی مادے سے، دماغ بھی مادے سے بنا ہے۔ ایک وسیع کمپیوٹر ہے جو اللہ نے انسان کے سر میں فٹ کر دیا ہے، اور اس شعبے کے لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم بہت مبالغہ کریں اس ساری سائنسی ترقی کے باوجود سائنٹسٹ کہتے ہیں ہم بہت مبالغہ کریں اور بہت بڑ ماریں تو شاید ہم یہ کہہ سکیں کہ ہم نے اس کا دس فیصد دریافت کر لیا ہے لیکن ابھی ہمیں نوے فیصد کا معلوم نہیں۔ اللہ کریم نے انسان کے ذہن میں اتنا بڑا کمپیوٹر رکھ دیا ہے اور اتنی اس میں فائلیں ہیں، اتنی اس میں چیزیں جمع ہیں، اتنی باتیں اور اتنی یادداشتیں۔ ایک بندے کو ہم ملتے ہیں، دیکھتے ہیں، ساتھ رہتے ہیں پھر بچھڑ جاتے ہیں۔ بیس پچیس سال گزر جاتے ہیں کہیں اچانک سامنے آجاتا ہے، نظر ٹکرا جاتی ہے تو دماغ کا کمپیوٹر فوراً ساری فائلیں کھول کر سامنے رکھ دیتا ہے، یاد آجاتا ہے، اس سے وہاں سے ملتے تھے یہ، یہ کرتا تھا یہ کہتا تھا، ساری فائل کھل جاتی ہے۔ عجیب کمپیوٹر ہے، بے شمار اس کے حقائق ہیں، بے شمار سائنس کی ترقی ہوئی، بے شمار چیزیں بنیں۔ خود سائنسدان کہتے ہیں شاید تھوڑا سا حصہ اس کا ہم نے دریافت کیا ہے، بہت باقی ہے۔ اس سب کے باوجود یہ دریافت کرتا رہتا ہے اس لیے کہ مادی چیزوں کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔

جب بات روح کی آتی ہے تو پتا چلتا ہے کہ مادی وجود بہت کمتر ہے، وجود روح کی سواری ہے، وجود روح کے لیے سوار اور گھوڑے کے مثل ہے۔ سوار سفر کر رہا ہے، سفر کے لیے اس کے پاس گھوڑا ہے۔ روح جسم لطیف ہے۔ اسے نہ روٹی کی ضرورت ہے، نہ دال کی، نہ چائے کی، نہ پانی کی، نہ لوگوں کی، نہ باتیں کرنے کی، نہ گرمی سردی لگتی ہے لیکن روح مجرد جسم لطیف دنیا کے کام نہیں کر سکتی اس لیے اسے اللہ نے مادی وجود دیا۔ مادی بدن کی اپنی ضروریات ہیں۔ اسے قائم رکھنے کے لیے اسے ایک توازن چاہیے، یہ دس کھرب سیلوں کا مجموعہ ہے، ہر غذا میں، ہر پینے والی چیز میں ہر کھانے والی چیز میں نیا مواد آتا ہے، نئے سیل بنتے ہیں، پرانے مرتے رہتے ہیں، آج کی سائنس کہتی ہے کہ ایک وجود میں دس کھرب سیل ہیں، جس کا قد بڑا ہے یا جسم موٹا ہے تو اس کے سیل بڑے ہیں، وجود دبلا پتلا ہے یا قد چھوٹا ہے تو اس کے سیل چھوٹے ہیں لیکن دس کھرب سیل ہر وجود میں ہیں۔ پھر عجیب تر بات سائنس کہتی ہے کہ کسی سیل کی عمر چھ مہینے سے زیادہ نہیں یعنی یہ دس کھرب سیل چھ مہینے کے اندر مر جاتے ہیں ان کی جگہ اور پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہر سیل اپنا مثیل پیدا کر کے مر جاتا ہے۔ دنیا میں انسانوں کی آبادی چھ ارب ہے، چھ ارب۔ کھرب تو سو ارب کا ہوتا ہے۔ انسانی آبادی چھ ارب ہے، یہ دس کھرب، دس سو ارب۔ تو دنیا میں روزانہ کئی اموات ہوتی ہیں تو اس سے کئی گنا زیادہ وجود کے اندر ہوتی ہیں، یہ کئی دنیاؤں کا مجموعہ ہے۔ اب اس کو کس طرح متوازن رکھنا ہے، کون سی غذا چاہیے کون سی نہیں چاہیے، کون سی غذا سے اس کا تناسب بگڑے گا، بیمار ہو جائیں گے، یہ سارے فیصلے عقل کرتی رہتی ہے۔ دماغ یہ ساری چیزیں سوچتا رہتا ہے، اسے کب نیند کی ضرورت ہے اسے کب جاگنے کی ضرورت ہے، اسے کب غسل کرنا چاہیے، اسے کب نہیں کرنا چاہیے، اسے کون سا کپڑا گرمیوں میں پہننا چاہیے، اسے کون سا لباس سردیوں میں پہننا چاہیے، یہ سارے فیصلے عقل کرتی ہے۔ اتنا اہتمام سواری کے لیے ہے تو اصل مقصد تو سوار ہوتا ہے۔ کوئی مہمان گاڑی پہ آئے تو

مہمان کی تواضع ہوتی ہے یا اسے چھوڑ دیا جائے اور گاڑی پر کپڑا مارنے لگے جائیں، دھونے لگ جائیں اور چمکا دیں تو کیا ہوگا؟ پاگل سمجھے جائیں گے ناں! پہلی مدارات مہمان کی ہوگی اس کے بعد آپ اس کی گاڑی دھلا دیتے ہیں، صاف کرا دیتے ہیں تو یہ بھی خدمت اس کی ہوگی، گاڑی پہ احسان نہیں ہوگا۔ گاڑی کو شعور نہیں ہے تو پہلی مدارات تو روح کی ہونی چاہیے۔ اب روح عقل کی سمجھ سے تو بالاتر ہے تو اس کی مدارات کون کرے۔ اس کے لیے اللہ نے

''فواد'' دل کے اندر ایک لطیفہ ربانی رکھ دیا جسے انگریزوں میں Subtle heart کہتے ہیں اور قرآن فواد کہتا ہے، ایک لطیفہ ربانی ہے۔ روح کی ضروریات بھی وہ سمجھتا ہے، روح کی مدارات بھی وہ سمجھتا ہے، اور روح کو کیا چاہیے؟ لباس کیا ہوگا، غذا کیا ہوگی، دوا کیا ہوگی، یہ ساری باتیں دل سمجھتا ہے۔ قرآن کریم ساری طب کی کتاب ہے جو روح کے علاج کا سارا سامان رکھتی ہے۔ تو اب جب روح کا علاج ہوتا ہے تو بدن کا از خود ہو جاتا ہے کیونکہ بدن اس کے تابع ہے، صرف بدن کا کرتے رہیں تو روح کا نہیں ہوتا۔ گھوڑے کو چارہ ڈالتے رہیں، موٹر میں تیل ڈالتے رہیں، کپڑا مارتے رہیں تو جو مہمان آیا ہے اس کا کچھ نہیں ہوتا۔ مہمان کی خدمت کریں تو سواری کی ساتھ خود ہو جاتی ہے۔ گھوڑے پہ آیا تو اسے لوگ چارہ بھی ڈالیں گے، کاٹھی بھی اتاریں گے، کپڑا ماریں گے، گاڑی پہ آیا تو اسے بھی ملازموں سے دھلوا دیں گے لیکن اصل خدمت مہمان کی ہوتی ہے۔ اصل ضروریات پہلے روح کی پوری کرنی پڑیں گی۔ روح کی ضروریات دل جانے، اگر دل بیمار نہ ہو جیسے کسی کا دماغ خراب ہو جائے تو وہ ضروریات سے بے گانہ ہو جاتا ہے۔ پاگل پن کیا ہے؟ بدن کی ضروریات کا احساس نہ رہنا، ننگے ہونے کا کوئی احساس نہیں۔ کپڑے پھاڑ دیئے، بیش قیمت، کم قیمت ہونے کا کوئی احساس نہیں۔ گریبان پکڑا اور پھاڑ دیا، کھانے کا کوئی احساس نہیں، کوئی چیز مل گئی کھالی نہیں ملی نہیں۔ پتا نہیں پاک ہے، پلید ہے، حرام ہے، حلال ہے کوئی پتا نہیں تو ہم کیا کہتے ہیں؟ پاگل ہو گیا ہے اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اسی لیے جب دل بگڑتا ہے تو یہی حال روح کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کی ضروریات کا ادراک نہیں رہتا۔ دماغ کے اثرات مادی وجود پر آتے ہیں تو ہم سمجھ لیتے ہیں یہ پاگل ہے۔ دل بگڑتا ہے تو اس کے اثرات روح پر مرتب ہوتے ہیں تو وہ ہماری مادی نگاہوں میں ہے نہیں، ہم پروا نہیں کرتے۔ جب روح بگڑتی ہے تو نہ اسے عظمت الٰہی کا ادراک رہتا ہے نہ آخرت کا ہوش رہتا ہے، نہ نیکی بدی میں تمیز رہتی ہے اور پھر اس میں یہ اکڑ بھی آجاتی ہے کہ یہ بندہ کہتا ہے میرے پاس فرشتہ ہے، فرشتہ میرے پاس کیوں نہیں آیا۔ یہ کس بات کا نتیجہ ہے روح کے بگاڑ کا۔ یہ بندہ کہتا ہے مجھے اللہ معراج پہ لے گیا میں نے اپنی آنکھوں سے جنت دوزخ بھی دیکھا، میں نے فرشتے بھی دیکھے، میں نے انبیاء سے ملاقات بھی کی، میں نے اللہ کریم سے باتیں بھی کیں، تو میں کیوں نہیں کر سکتا، مجھے کیوں نہیں لے جاتے۔ ایک آدمی آ کر کہتا ہے آپ سے کہ میری وزیر اعظم سے ملاقات ہوئی تو آپ اس کا اتنا احترام کرنے لگے جاتے ہیں کہ کیوں نہیں کہتے میری کیوں نہیں ہوئی؟ وہ بھی آپ جیسی مخلوق ہے شاید آپ سے کم تر ہو، علم میں کمتر ہو، عقل وشعور میں کمتر ہو، شکل وصورت میں کمتر ہو۔ اس کی عظمت مانتے ہیں اور اللہ کی عظمت پہ اعتماد نہیں ہے آپ کو! وہاں مانتے ہیں کہ ہاں بھائی تم مل سکتے ہو۔ میری یہ مجال نہیں کہ میں وزیر اعظم سے ملنے کی بات کروں۔ یہاں اللہ کی بارگاہ میں نبی ﷺ سے کہتے ہو آپ بات کر لیتے ہیں تو میں کیوں نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ادراکات روح میں نہیں ہیں، دل بگڑ چکا ہے۔ دماغ بگڑے تو بدن خراب ہوتا ہے، دل بگڑے تو پھر روحانیت تباہ ہوتی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا جو ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے جنہیں یہ توقع نہیں ہے کہ اللہ کے حضور پیش ہونا ہے، قیامت ہوگی وہ کہتے ہیں فرشتے ہم سے بات کیوں نہیں کرتے لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا یا اللہ ہمارے سامنے کیوں نہیں، ہم اللہ سے بات کریں جیسے کوئی گلی کا مزدور آپ سے کہے کبھی بادشاہ سے خود بات کروں گا، یہ جو بادشاہ کا حکم ہے یہ میں عدالت یا محکموں یا پولیس کی معرفت نہیں مانتا میں خود بادشاہ سے بات کروں گا، تو آپ کیا کہیں گے؟ پاگل ہے، اس کا دماغ خراب ہے۔ تو جب کوئی یہ کہے گا کہ میں خود اللہ سے بات کروں گا تو پھر کہنا پڑے گا کہ اس کا دل بگڑا ہوا ہے، اس کا دل خراب ہے، لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا یہ اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھ گیا ہے

اتنا بڑا کہ خود اللہ سے بات کریں گے لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ یہ اپنے دل میں، اپنی سوچ فکر میں، خود کو اتنا عظیم سمجھ رہے ہیں۔ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۔ یہ بہت بڑے سرکش لوگ ہیں، بہت برائی کی انہوں نے، بہت بڑی زیادتی کی ہے اپنے آپ کے ساتھ۔ اللہ کی شان تو بہت بلند ہے، بے مثل و بے مثال ہے، جب انہیں فرشتے نظر آئیں گے، جب یہ فرشتہ دیکھ سکیں گے ،قرآن کریم بتاتا ہے کہ عندالموت بھی فرشتے نظر آجاتے ہیں، باتیں بھی کرتے ہیں، ہم کہتے ہیں اس کی نظر ٹک گئی لیکن اسے فرشتوں نے ادھر باتوں میں لگا رکھا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں فِيْمَ كُنْتُمْ کرتے کیا رہے ہو؟ ساری زندگی تمہارے دامن میں تو کوئی نیکی نہیں ہے، تمہارے وجود کا کوئی ذرہ پاک نہیں ہے، تمہاری روح کے پرخچے اڑ چکے ہیں فِيْمَ كُنْتُمْ کرتے کیا رہے ہو؟ عندالموت مرنے والا کہہ رہا ہوتا ہے كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ یار! عام آدمی تھا، میں غریب آدمی تھا، بڑے لوگ گمراہ تھے، میں غریب آدمی ان کے پیچھے چلتا رہا۔ تو وہ کہتے ہیں تم نے وہ جگہ چھوڑ کیوں نہیں دی۔ وہاں چلے جاتے جہاں نیک لوگ رہتے تھے، آج ساری دنیا چھوڑ کر جا رہے ہو اس وقت شہر بدلنا پڑتا یا ملک بدلنا پڑتا تھا تو یہ باتیں مرنے والے کے ساتھ ہو رہی ہیں جو ابھی زندہ ہے۔ اس میں اور فرشتوں میں گفتگو ہو رہی ہے لیکن جب فرشتے دکھائی دیتے ہیں، آثار موت کے سامنے آتے ہیں، برزخ کھل جاتا ہے تو پھر کافر کے لیے توبہ کا وقت گزر جاتا ہے پھر توبہ قبول نہیں ہوتی ۔اور یہ ارشاد عالی بھی ملتا ہے کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی، مومن کو یہ رعایت اس وقت بھی ہے کہ توبہ کرے قبول ہو جاتی ہے، لیکن کریں کیسے یہ بھی توفیق الٰہی ہے، یہ تو اسی کی توفیق سے اسی کی پسند سے ہو سکتا ہے۔ تو فرمایا، جب یہ فرشتوں کو دیکھ لیں گے لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ تو بدکاروں کے لیے وہ کوئی خوشخبری نہیں ہوگی کہ آج فرشتے دیکھ لیے، فرشتوں سے بات ہوگئی اسے کوئی تسلی یا خوشی نہیں ہوگی۔ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا وہ کہیں گے کاش تم ہمارے سامنے نہ آئے ہوتے، کاش ہم نے تمہیں نہ دیکھا ہوتا، کاش یہ وقت نہ آتا کہ ہم تمہیں دیکھ سکتے۔ اللہ اللہ! وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ اسی طرح میدان حشر میں ہر کوئی فرشتے بھی دیکھ رہا ہوگا، اعمال بھی مجسم ہو کر پڑے ہوں گے، اب تو ہمارے اعمال کی کیفیات ہیں ناں وہاں ہر چیز مجسم ہوگی، سامنے ہوں گے۔ پھر بندہ دنیا میں نیکیاں بھی کرتا ہے، اللہ کو نہیں مانتا، دین کو نہیں مانتا پھر بھی بعض اچھے کام کرتا ہے، سچ بول لیتا ہے، کبھی کسی غریب کی مدد کر لیتا ہے ،کوئی دواخانے ہسپتال وغیرہ بنا دیتا ہے۔ فرمایا، وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا ہم ان کے اچھے کاموں کی طرف متوجہ ہوں گے، یہ کافر تو تھا میری عظمت کا قائل نہیں تھا، میرے نبی کی صداقت پہ اعتماد نہیں تھا، اس کے باوجود اس نے کچھ بھی کیے ہیں فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہم انہیں خاکستر بنا کر کر اڑا دیں گے۔ وہ نیکی کوئی نیکی نہیں جو اللہ اور اللہ کے حکم سے نہ کی گئی ہو، اور کافر جو نیکی کرتا ہے اس کا اجر دنیا میں پالیتا ہے۔ اللہ کریم اس کو بھی ضائع نہیں کرتے لیکن اس کا اجر اسے دنیا میں ہی دے دیتے ہیں، اسے دنیا میں وہ سہولتیں مل جاتی ہیں، جب آخرت میں وہ اعمال سامنے آئیں گے تو کہا جائے گا کہ اس کی ادائیگی ہو چکی، اسے پھینک دو یہ فائل پھاڑ دو اس پر ادائیگی ہو چکی، دنیا میں اسے ختم کر دیا گیا، اب اس میں کچھ باقی نہیں۔ تو میرے بھائی میں اس بات پہ اللہ کا شکر بھی ادا کرتا ہوں۔ بے پناہ شکر ہے اس ذات کا جس نے شیخ المکرمؒ کو ہمارا وسیلہ اور سبب بنایا اور ہم جاہل نادان بندے اس عہد کے لوگ جو گمراہی کا عہد ہے اللہ اللہ کرنے کی توفیق ہمیں عطا ہوئی۔ اسے دوسروں کو بتانے اور دوسروں کا بھلا کرنے کی توفیق بھی عطا ہوئی ہم دنیا میں کسی کو چند روپے دیتے ہیں، تو کہتے ہیں بڑی نیکی کی ہے، کسی کو بوسیدہ کپڑے خیرات کرتے ہیں تو وہ بھی ممنون ہوتا ہے، کسی کو چند سکے دے دیتے ہیں کسی کو کھانا کھلا دیتے ہیں، کسی غریب کو دوا لے کے دیتے ہیں وہ بڑا ممنون ہوتا ہے آپ نے احسان کیا۔ وہ تو وقتی اور مادی بات ہے کسی کی روح کی اصلاح کے لیے، قلب کی اصلاح کے لیے ،دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی اصلاح کے لیے کوئی چیز بتائی جائے، کوئی کیفیت منعکس کی جائے، دل میں اتاری جائے تو یہ تو بہت بڑا احسان ہے ۔لیکن اب اس سے ڈر بھی لگنے لگ گیا ہے۔ ڈر اس بات کا ہے کہ ہم تو محنت کرتے رہتے ہیں، اور لوگوں میں خیال یہ ہے کہ کیونکہ سائنس تصدیق کرتی ہے تو ہم مانتے ہیں۔ تو یہ بات تو بگڑ گئی۔ تو اب ڈر اس بات سے لگتا ہے کہ کہیں اس بات پہ گرفتار نہ ہو جائیں کہ ایسے لوگوں کو تم اللہ اللہ سکھاتے رہے ۔ان نااہلوں کو تم نے جواہرات کیوں دیے میں اب کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ یہ

اہل اللہ جو پانچ دس لوگوں کو اللہ اللہ سکھاتے تھے، باقی کو زبانی وظائف پہ رکھتے تھے ایک وجہ اس کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لوگوں میں اس کی اہلیت نہیں۔ نااہلوں کو گنواروں کو یہ نعمتیں دینا شاید اس نعمت کی ناقدری ہو، اب تو اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ ہم تو بڑے مطمئن اور بڑے خوش بیٹھے ہیں کہ ہم لوگوں کو اللہ اللہ سکھا رہے ہیں اس بات پہ نہ پکڑے جائیں کہ ان لوگوں کو؟ اور جتنی جتنی ذمہ داری جس پر آتی ہے اتنی اس کی جوابدہی سخت ہوگی۔ آپ سب سے اپنے اپنے بارے میں پوچھا جائے گا لیکن مجھے آپ کے ساتھ کھڑا ہونا پڑے گا اس کو کیا بتایا تھا، کیا اس سے پیسے لینے کے لیے مرید بنایا ہوا تھا؟ کیا اس سے مٹھیاں بھروانے کے لیے مرید بنایا ہوا تھا؟ کیا بڑائی کے لیے اسے ساتھ لگایا ہوا تھا؟ بہت سے سوال، اس نے یہ غلطی کیوں کی؟ کیا تم نے اسے بات ساری بتادی تھی؟ اس نے نہیں مانی پھر تو یہ ذمہ دار ہے، تم نے بتائی ہی نہیں تو پھر تم کس بات کے پیر بنے پھرتے ہو۔ تو اگر کسی کو حلقے کا امیر یا صاحب مجاز بنایا جاتا ہے تو وہ یہ جواب سارے دے گا، جتنے لوگوں کا ذمہ دار ہے ان کے ساتھ، اس پہ نہ رہیں کہ میں بڑا ہو گیا ہوں اور بڑا نیک پاک ہو گیا ہوں اور میرے بڑے بڑے مراقبات ہو گئے ہیں، یہ نہیں، جب جواب دینا پڑے گا، پتا تب چلے گا۔ وہ بارگاہ اتنی عظیم ہے کہ وہ فرماتا ہے میں امتوں کے ساتھ انبیاء کھڑے کر کے پوچھوں گا کہ یہ آپ کی امت کیا کرتی رہی ہے، آپ نے انہیں کیا بتایا؟ اور وہ عرض کریں گے کہ بارالہا ہم نے تو وہ ہی بتایا جو تو نے ارشاد فرمایا۔ یہ سامنے ہیں جو انہوں نے برائی کی یہ ان کی اپنی ایجاد ہے ہم نے نہیں بتائی۔ تو جہاں انبیاء علیہم السلام جواب دہ ہوں گے تو وہاں مشائخ یا پیروں یا صاحب مجاز یا فلاں فلاں کی کیا حیثیت ہے؟ تو مجازین سے بھی میری گزارش ہے کہ اپنی اس ذمہ داری کو سمجھیں۔ عقیدہ بنیاد ہے، عمل اس کے بعد آتا ہے۔ عقائد کی اصلاح اپنی بھی کریں، فکر کریں اور ساتھیوں کی بھی اور اللہ اور اللہ کے دین اور کتاب کو اس لیے مانیں کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ نے دی ہے، ہم اس لیے مانتے ہیں۔ ہمارے پاس پہلی اور آخری دلیل صرف ایک ہے کہ ہمیں محمد رسول ﷺ نے بتایا ہے

ایک بہت بڑے سلفی نحوی معروف تھے۔ مجھے نام یاد نہیں رہتے ۔وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کہ آپ ایک عالم کو اللہ اللہ سکھاتے ہیں یہ فن مجھے بھی سکھائیں۔ انہوں نے فرمایا یہ منطق اور صرف ونحو اور یہ ساری چیزیں جو ہیں یہ دلائل عقلی کھوجتی رہتی ہیں اور ان میں ایمان بالغیب کا مادہ کم ہوتا ہے یہ تجربہ سے ماننا چاہتی ہیں۔ یہ کر کے دیکھو پھر مانیں گے تو آپ یہ چھوڑ دیں اور آجائیں۔ بات آئی گئی ہوگی۔ تو فرماتے ہیں شیخ کو پتا چلا کہ بہت زیادہ بیمار ہیں اور شاید یہ ان کا مرض الموت ہو تو حضرت تشریف لے گئے۔ ان سے حال پوچھا تو کہا، اچھا کیا، آپ آگئے میں بڑا پھنسا پڑا ہوں۔ کس بات میں پھنسے ہو؟ اس بات میں کہ شیطان مجھ سے جھگڑ رہا ہے، وہ کہتا ہے تم خواہ مخواہ کہتے ہو اللہ ایک ہے، یہ بہت سی طاقتیں ہیں، کوئی رزق دیتا ہے، بارشیں برساتا ہے، کوئی اولاد دیتا ہے، یہ مختلف طاقتیں ہیں تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ اب یہ منطق اور صرف ونحو یہ چیزیں ہوتی ہیں دلائل کیلئے، انہوں نے کہا میں ننانوے دلیلیں دے چکا ہوں اور ننانوے دلیلیں میری شیطان نے دلیل سے رد کر دی ہیں میں لاجواب ہو چکا ہوں۔ تو آپؒ نے فرمایا اللہ کے بندے تم سادہ سی دلیل کیوں نہیں دیتے جو ہمارے پاس ہے۔ تم کہو مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے اللہ واحد لاشریک ہے۔ اس پر شیطان بھاگ گیا۔ ہمارے پاس کوئی یہ دلیل نہیں ہے کہ سائنس نے ثابت کیا اس لیے سچ ہے، ہمارے پاس پہلی اور آخری دلیل ایک ہی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے بتایا اس لیے ہم مانتے ہیں۔

تو میرے بھائی عقیدے کی اصلاح بنیاد ہے اس پر عمل کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اپنے دل کو ٹٹولو اگر اسے اپنی روح کا ادراک ہو گیا ہے روح کی کی ضرورتوں کو سمجھنے لگ گیا ہے اسے پتا چلتا ہے کہ اب روح کو بھوک ہے، اب پیاس ہے، اب گرمی لگ رہی اب سردی لگ رہی ہے، اس کی یہ ضرورت ہے اسے اس طور پر پورا کرنا ہے تو وہ زندہ ہے۔ اور اگر اسے روح کا ادراک نہیں اور صرف دنیا کی جستجو میں لگا ہوا ہے تو دنیا کے پیچھے دماغ لگا ہوا ہے، اس کا مطلب ہے کہ دل میں جان نہیں ہے یا جان ہے ہوش نہیں ہے ،ہوش نہیں ہے تو سویا ہوا ہے کسی نہ کسی مصیبت میں ہے جو روح کی ضروریات کا ادراک نہیں کرتا۔ تو یہ دنیا اور مادی چیزیں جو ہیں یہ تو پاگلوں کی بھی بسر ہو جاتی ہیں پھٹے کپڑے ہوں، ننگے ہوں، میلے کچیلے ہوں، پاگل پاک ناپاک کھایا کرتے ہیں، آج عقلمند کیا کھا رہے ہیں۔ یہ روزانہ جو خبریں آتی

ہیں، روزانہ جو پروگرام ٹیلیویژن پر آتے ہیں، روزانہ جو بتایا جاتا ہے کہ لوگ مردار بھی کھا رہے ہیں۔ گدھے کھا گئے، کتنے کھا گئے، یہ کیا ہے؟ کیا یہ عقل کی سلامتی کی دلیل ہے، ہم نے صرف کپڑے نہیں پھاڑے ہوئے استری کر کے پہنے ہوئے ہیں، پاگل ہم بھی ہیں، کوئی ہوش مند یہ چیزیں کھاتا ہے؟ تو جن کی مادی عقل کا یہ حال ہے ان سے دل کی زندگی کی توقع رکھنا کہاں کی بات ہے۔ تو میاں اپنی اپنی فکر یہ کیجئے کہ میرا دل زندہ ہو۔ دل زندہ ہو تو عقل بھی زندہ تر ہوتی ہے کیونکہ حقیقی اور اصل حیات روح کی ہے، یہ بدن کی زندگی اس کے تابع ہے۔ اصل حقیقت آخرت ہے دنیا اس کے تابع ہے۔ عقائد اصلاح بنیاد ہے اور جتنی یہ بنیاد مضبوط ہوگی اتنی عمارت بنے گی۔ عقائد کی درست ہوں گے تو نماز کے مفاہیم سمجھ آئیں گے، رکوع و سجود کی لذتیں اور قرب الٰہی کی کیفیات سمجھ آئیں گی ہماری یہ بھی بڑی بدنصیبی ہے کہ قرآن تو ایک بہت بڑی کتاب ہے ہم چھوٹے سے جملے سورۃ فاتحہ، التحیات، درود ابراہیمی، تشہد اور قرآن سے ایک چھوٹی سی دعا یہ ہماری صلوٰۃ ہے ہم ستر اسی سال دنیا میں بسر کر جاتے ہیں ہم اس کا ترجمہ یاد نہیں کرتے، ہمیں یہ نہیں پتا ہوتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اللہ کے بندو! سارا دن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہو جو آپ نماز پڑھ رہے ہوتے ہو تو اللہ سے بات نہیں کر رہے ہوتے۔ پھر کون سی بات کرنا چاہتے ہو، جب تلاوت کر رہے ہو تو اللہ آپ سے مخاطب نہیں ہوتا یہ کرو یہ نہ کرو۔ یہاں بیٹھو یہاں نہ بیٹھو، یہ کھاؤ یہ نہ کھاؤ یہ سارا کون بتا رہا ہوتا ہے؟ تو بنیاد ہے عقیدے کی اصلاح اور جو لوگ ذکر کراتے ہیں یا امیر ہیں یا صاحب مجاز ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ عقائد کو بنیاد بنائیں، عقائد کو بیان کریں، ساتھیوں کو تلقین کریں کم از کم نماز کا ترجمہ تو یاد کر لو۔ تمہیں پتا ہو میں بارگاہ الوہیت میں کیا کہہ رہا ہوں۔ یہ چھوٹی سی سات آیتوں کی ایک سورت ہے سورۃ فاتحہ۔ فاتحۃ الکتاب اسے کہتے ہیں۔ قرآن اسی سے شروع ہوتا ہے۔ یہ اتنی عظیم سورۃ ہے کہ سارے قرآن مجید کا خلاصہ ہے۔ یہ اللہ کریم کو اتنی پسند ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں اس نے ضروری قرار دے دیا ہم چار رکعت نماز پڑھتے ہیں تو ثناء پہلی رکعت میں پڑھتے ہیں۔ پہلی دو رکعتوں میں قرآن کی آیات سورۃ فاتحہ کے بعد جمع کرتے ہیں، آخری دو میں نہ ثناء ہوتی ہے نہ دو آیات ہوتی ہیں لیکن سورۃ فاتحہ ہر رکعت میں ہوتی ہے، اللہ کریم کو بھی اتنی پسند ہے کہ اگر آپ ہزار رکعت نفل رات دن میں پڑھیں تو ہزار مرتبہ سورۃ فاتحہ ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور انسان کے لیے بھی یہ اتنا محفوظ قلعہ ہے کہ روایات میں ملتا ہے کہ جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی تھی تو شیطان سر میں ریت ڈالتا تھا اور کہتا تھا جو سارا دن یہ پڑھے گا اس کا میں بگاڑوں گا کیا؟ تو کم از کم نماز کا ترجمہ یاد کر لو اور جب نماز پڑھتے ہو تو وہ ترجمہ ذہن میں ہو کہ میں کہہ رہا ہوں الحمدللہ۔ حمد کیا ہوتی ہے؟ کمال کی تعریف، خوبی کی تعریف حمد ہوتی ہے۔ الحمد ہر طرح کی تعریف ال سے حصل، لِلّٰہ کوئی خوبی کوئی کمال کس کا ہے؟ اللہ کا ہے۔ پھول میں حسن ہے تو کس نے دیا، پھول میں خوشبو کس نے رکھ دی؟ چاند میں روشنی کس نے بھر دی، سورج میں گرمی کس نے رکھی، کوئی قابل تعریف بات ہے تو تعریف اس ذات بے ہمتا کی ہے۔ وہ الرحمٰن الرحیم اس جیسا کوئی مہربان نہیں۔ اس جیسا کوئی رحیم نہیں تو کم از کم اس کا ترجمہ یاد کر لو جو ساتھی کہتے ہیں نماز میں بڑے خیالات آتے ہیں اس کا علاج ہے کہ جب آپ الفاظ ادا کر رہے ہوں تو ترجمہ بھی ذہن میں آ رہا ہو، انسانی دماغ ایک وقت میں دو چیزیں نہیں سوچتا، اگر سوچوں کے پیچھے چلا جائے گا وساوس کے پیچھے چلا جائے گا تو نماز بھول جائے گا، نماز یاد رہے گی تو وساوس بھول جائیں گے ترجمے میں یہ سہولت بھی ہے کہ وساوس کا تدارک بھی ہوتا ہے۔ اللہ کریم توفیق بخشے ہر ساتھی کو چاہیے بنیادی طور پر عقائد کی فکر کرے کہ اعمال کی عمارت بنتی ہی عقائد پر ہے۔

یا اللہ ہماری اصلاح فرما دے۔ ہمیں ایمان کامل صاف ستھرا یقین عطا فرما۔ جس ساتھی نے ای میل کی تھی وہ سبب بنا ہے بہت سی خوبصورت باتوں کو سمجھانے کا اسے بھی ہدایت دے دے۔ اس کے عقائد اس کے نظریات، خیالات درست کر دے۔ اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔ ہم سب کی خطائیں معاف فرما دے۔ ہم ناقابل، نااہل، بے اعتبار لوگ ہیں، ہم پر رحم فرما۔ ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرما دے ہماری توبہ قبول فرما ہمیں اپنی اطاعت اور حضور اکرم ﷺ کے اتباع کی توفیق عطا فرما۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

سورۃ طٰہٰ

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

عدم تنافی درمیان دعا وکمال توکل:

قولہ تعالیٰ: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ طٰہٰ:۲۵

ترجمہ: اے اللہ میرا سینہ کھول دے۔

''اس میں دلالت ہے کہ دعا اور کمال توکل میں تنافی نہیں۔''

یعنی کمال توکل اللہ پر پورا بھروسہ ہو پھر بھی بحیثیت انسان دعا کرنا کمال کے منافی نہیں ہے۔ بندہ ہر آن محتاج ہے اور اللہ دینے والے ہیں اور دعا کا اصل یہ ہے کہ بندے کو اللہ کی بارگاہ میں اپنا دردِ دل کہنے کا موقع مل جاتا ہے۔ دعا کا اصل کمال جو ہے وہ شرفِ ہمکلامی ہے۔ وہ کسی نے کہا تھا 'بیک لفظے تواں گفتن تمنائے جہانے را' کہ پوری دنیا کی بات ایک لفظ میں کہی جاسکتی ہے۔ آپ ہاں کہہ دیں یا نہیں کہہ دیں تو ساری بات کا جواب آجاتا ہے۔ کوئی گھنٹہ بھر تقریر کرے آپ جواباً ہاں کہہ دیں یا نہ کہہ دیں جواب ہوگیا۔ کوئی دو گھنٹے سر کھپاتا رہے اور آپ نہ کر دیں تو جواب ہوگیا 'بیک لفظے تواں گفتن تمنائے جہانے را' دنیا بھر کی باتوں کا جواب ایک لفظ میں دیا جاسکتا ہے 'من از بہر حضوری طول دادم داستانے را' میں جو لمبی بات کرتا رہا ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بات نہیں ہوسکتی تھی۔ بات کرنے میں حضوری کا جو مزا تھا جس ہستی سے میں مخاطب تھا اس کی حضوری کا جو لطف تھا اس کے لئے میں نے بات لمبی کر دی۔ تو فرماتے ہیں یہ کمال توکل کے منافی نہیں کہ اللہ کریم سے مانگا جائے۔

قصد دین باسباب:

قولہ تعالیٰ: وَاجْعَلْ لِّي وَزِيْرًا طٰہٰ:۲۹

ترجمہ: اور میرے واسطے میرے کنبے میں سے ایک معاون مقرر کر دیجئے۔

''اس سے وہی مسئلہ ثابت ہے جو اتو کوا علیہا سے ثابت ہے۔''

تو فرمایا اس سے بھی وہی بات ثابت ہے کہ اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ زار بوجھ کو کہتے ہیں، وزیر کہتے ہیں بوجھ اٹھانے والا، بوجھ بانٹنے والا۔ ایسا کوئی معاون، کوئی نائب جو آپ کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھالے۔ اسی لئے حکومت کے جو وزراء ہوتے ہیں ان کو وزیر کہتے ہیں۔ حکومت کی ذمہ داریاں بانٹ لیتے ہیں لیکن اس کا معنی بوجھ اٹھانے والا۔

تو اس کا اصل مفہوم ہوتا ہے ذمہ داریاں بانٹنے والا معاون۔

تو فرمایا موسیٰؑ اولوالعزم رسول تھے، صاحب کتاب تھے، ان پر کتاب نازل ہوئی، انہیں مکالمہ الٰہی کا شرف نصیب ہوا تو انہوں نے بھی اپنا معاون اللہ کریم سے مانگ لیا تو اسباب دنیا کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔ یہ بڑا نازک سا مسئلہ ہے کہ اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں لیکن اسباب پر بھروسہ کرنا توکل کے منافی ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے بڑا نازک سا معاملہ ہے کہ اسباب اختیار کرے اور بھروسہ اللہ پر ہو۔ اللہ سے دعا کرے کہ رب العالمین تیرا حکم تھا سبب اختیار کرنے کا

میں نے تیری اطاعت کی اب نتائج میرے دست قدرت میں ہیں۔

قصد دین باسباب:

قولہ تعالیٰ: كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۝ طٰہٰ:۳۳

ترجمہ: تاکہ ہم دونوں آپ کی خوب کثرت سے پاکی بیان کریں۔

''اس میں دلالت ہے اس پر کہ اکابر کا قصد اسباب سے دین اور استعانت فی الدین ہی ہوتا ہے۔''

فرماتے ہیں، اس میں انہوں نے فرمایا، میرے بھائی کو میرا معاون کر دیجئے تاکہ ہم دونوں کثرت سے آپ کی پاکی بیان کریں کثرت سے آپ کا ذکر کریں اور کثرت سے آپ کو یاد کریں۔ تو اسباب بھی جو اہل اللہ اختیار کرتے ہیں ان کا نتیجہ بھی دین میں تعاون اور دین کے نفاذ میں تعاون ہوتا ہے۔

الہام لغیر الانبیاء:

قولہ تعالیٰ: إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ طٰہٰ: ۳۸

ترجمہ: جبکہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتلائی۔

''اس میں غیر انبیاء کے لئے الہام کا اثبات ہے مشہور قول پر۔''

تو فرماتے ہیں اس میں اس بات کا ثبوت ہے کہ غیر نبی کو بھی الہام اور القاء ہو سکتا ہے اور الہام کو بھی وحی کہہ دیا جاتا ہے لیکن وحی شرعی صرف وہی ہوتی ہے جو نبیؑ پر آتی ہے اور نبی پر جو وحی آتی ہے اس کی ساری امت مکلف ہوتی ہے۔ اور ساری امت کو ماننا فرض ہوتا ہے۔ سب اُمت کو ماننا پڑتا ہے۔ ولی کو جو الہام ہوتا ہے جو کشف ہوتا ہے اسے ماننے کا مکلف وہ خود ہے جس پر الہام ہوا۔ کوئی دوسرا اس کے کشف کو ماننے کا مکلف نہیں اگر دوسرے بھی صاحب کشف کا کشف ماننے لگ جائیں تو اس کا مطلب ہے انہوں نے اسے نبی تصور کر لیا اور یہ بڑی سخت بات ہے۔ یہ جو ہمارے ہاں بعض دوستوں کو انکشافات ہو جاتے ہیں اور دوسرے پھر ان کے گرد جمع رہتے ہیں مراقبہ کر کے بتاؤ میں یہ سودا کروں نہ کروں۔ مراقبہ کر کے بتاؤ میرا بیٹا کیوں بیمار ہے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے ایسے لوگ پھر ذکر چھوڑ دیتے ہیں۔ سلاسل سے نکل جاتے ہیں برائی میں چلے جاتے ہیں۔ اس لئے جسے کشف یا الہام ہوتا ہے وہ خود اس کا مکلف ہوتا ہے۔ موسیٰ کی والدہ ماجدہ کو الہام ہوا کہ بیٹے کو کسی چیز میں، ٹوکرے یا صندوق میں ڈال کر دریا میں ڈال دیں تو کیا بنی اسرائیل کی ساری عورتیں بچے دریا میں ڈال دیتیں؟ ان کے علاوہ جو بھی ڈالتی اس کا بچہ غرق دریا ہو جاتا مچھلیاں کھا جاتیں ڈوب جاتا۔ صرف وہ مکلف تھیں۔ جنہیں الہام ہوا کہ اس پر عمل کریں۔ تو ولی کو جو کشف یا مشاہدہ ہوتا ہے اس پر عمل کرنے کا مکلف صرف صاحب کشف ہے اور بھی اس صورت میں کہ جب کشف شرعی حدود کے اندر ہو۔ اگر کسی شرعی حکم کے خلاف کشف ہوتا ہے تو اسے کشف میں غلطی لگ گئی ہے۔ صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غلطی نہیں لگتی۔ جو ارشاد نبویؐ ہے وہ صحیح ہے۔ کسی کو اس کے خلاف کشف ہوتا ہے تو اس کو غلطی لگ رہی ہے۔ اس کو توبہ کرنی چاہیے اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن شرعی حد کے اندر کوئی جائز کام کے لئے کوئی کشف ہوتا ہے تو اس پر عمل کرنے کا وہ صاحب کشف خود مکلف ہے دوسروں کو بتانے کی بھی ضرورت نہیں دوسرا اس کا مکلف نہیں ہوتا۔

عدم اضرار زلۃ اکابر:

قولہ تعالیٰ: وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ طٰہٰ: ۴۰

ترجمہ: اور تم نے ایک شخص کو جان سے مار ڈالا۔ پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی۔

''اس میں دلالت ہے کہ اس پر کہ اکابر کی لغزش چونکہ نفس سے نہیں ہوتی لہٰذا موجب طرد نہیں۔ اس لئے ان پر ندامت غالب ہوتی ہے۔''

فرماتے ہیں اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ کاملین سے بھی غلطی ہوسکتی ہے۔لیکن عام آدمی جو غلطی کرتا ہے وہ خواہش نفس کے باعث کرتا ہے کاملین خواہش نفس کے پیچھے لگ کر غلطی نہیں کرتے اس کی پیروی نہیں کرتے لیکن بمقتضائے بشریت غلطی ان سے بھی صادر ہوسکتی ہے اس لئے اس پر تردد نہیں ہوتا اللہ کریم معاف فرما دیتے ہیں۔اس کے باوجود موسیٰؑ سے غلطی ہوئی ایک قبطی مارا گیا حالانکہ وہ قبطی ظالم تھا ظلم کر رہا تھا اور اسرائیلی کو مار رہا تھا اور آپ نے مارنے کے ارادے سے نہیں اسے روکنے کے ارادے سے مکّہ مارا لیکن مکہ موسیٰؑ کا تھا اس کی جان ہی نکل گئی۔تو اللہ کریم فرماتے ہیں ہم نے انہیں معاف کر دیا چونکہ نہ قتل کا ارادہ تھا نہ قتل کر کے کوئی بڑا بننا چاہتے تھے۔ایک غریب کو بچانے اور ظالم کو روکنے کے لئے کیا تو فرمایا کاملین سے بھی ایسے امور ہوسکتے ہیں جو غلط ہوں لیکن فرق یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں کرتے۔

مظہریت صفات حق:

قولہٗ تعالیٰ: وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ طٰہٰ: ۹۳

ترجمہ: اور میں نے تمہارے اوپر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈال دیا۔

''اس میں مسئلہ ہے مظہریت صفات حق کا۔''

یعنی ایک ایسا پرتو جمال ڈال دیا کہ جو کوئی دیکھتا وہ آپؑ سے محبت کرنے لگ جاتا۔فرماتے ہیں اس میں مسئلہ ہے مظہریت صفات حق کا کہ اہل اللہ جو ہوتے ہیں جن میں صفات حق کا پرتو ہوتا ہے۔جلالت دیکھیں تو وہ کسی سے کچھ نہ کہیں تو بھی لوگ ڈرتے رہتے ہیں۔وہ بندے کی ہیبت نہیں ہوتی ہیبت الٰہیہ کا پرتو ہوتا ہے جو اس بندے کے دل کے انوارات آرہے ہوتے ہیں ان کی وجہ سے لوگ اس سے ڈرتے بھی ہیں اور پھر محبت بھی ڈوب کر کرتے ہیں کمال یہ ہے کہ پرتو جمال میں محبت کی صفت جو ہے اس کا پرتو بھی ہوتا ہے اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ بیک وقت لوگ ان سے ہیبت زدہ بھی رہتے ہیں، بات نہیں کر سکتے، زبان کھولتے ہوئے ڈرتے ہیں اسی وقت ان سے محبت بھی کر رہے ہوتے ہیں۔جان دینے کو بھی تیار ہوتے ہیں تو یہ بندے کا کمال نہیں ہوتا یہ جو کیفیات من جانب اللہ اس کے قلب پہ آرہی ہوتی ہیں تو اس میں صفات انبیا کے اثرات ہوتے ہیں ان کا پرتو ہوتا ہے اس وجہ سے یہ ہوتا ہے۔

شرط بودن اشتغال شیخ در برکت فی التعلیم:

قولہٗ تعالیٰ: اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۚ طٰہٰ: ۴۲

ترجمہ: تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یادگاری میں سستی مت کرنا۔

''اس میں اصل ہے اس قول کی کہ برکت فی التعلیم کے شرائط میں سے یہ ہے کہ معلم خود بھی ذکر میں مشغول ہو۔''

فرماتے ہیں موسیٰ اور ہارون علیہم السلام دونوں کو ارشاد ہوا اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ ۔ آپ اور آپ کے بھائی دونوں میرے عطا کردہ دلائل و معجزات یعنی آیات الٰہیہ کے ساتھ فرعون کے پاس تشریف لے جائیں وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ اس کا مفہوم کیسے واضح ہوگا چونکہ فرعون کے دربار میں جب انہوں نے جانا ہے تو فرعون کا دربار کوئی معمولی دربار نہیں تھا۔بہت بڑا جابر حکمران تھا۔اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ (القصص: ۴) دنیا کا بہت بڑا متکبر بہت بڑا جابر بہت بڑا ظالم اور پھر اس کے لاؤ لشکر سونے چاندی کے کڑے اور دربار کی سجاوٹ وغیرہ سب کچھ تھا اور وہ خود کو خدا کہلواتا تھا۔لوگوں سے سجدے کرواتا تھا۔اب اس خدا کو جا کر کہنا کہ تم بندے ہو تم الٰہ نہیں۔معبود برحق کوئی اور ہے تم توبہ کرو یہ کوئی آسان کام تو نہیں تھا۔تو فرمایا آپ بے خوف ہو کر جائیں لیکن ایک بات یاد رہے وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ دونوں

بھائی میرے ذکر کی طرف سے کوئی سستی یا کمی نہ آنے دیں ۔اب فرعون سے بات کریں یاذکر کریں تو اس کا مفہوم اس طرح واضح ہوتا ہے کہ بعض اوقات ہم ایک کام اپنے ہاتھ سے کر رہے ہوتے ہیں اور پوری توجہ سے کر رہے ہوتے ہیں لیکن دل کسی اور طرف بھی لگا ہوتا ہے۔ بات آپ کو فرعون سے کرنی ہے، زبان فرعون سے بات کر رہی ہو لیکن پورا وجود جسم کا زرہ زرہ میری یاد سے منور ہو رہا ہو۔میری یاد میں کمی نہ آئے۔وہ اس کا پنجابی میں کسی نے خوب محاورہ کہا ہے 'ہتھ کا رول دل یار ،ول' ہاتھ کام کر رہے ہوں لیکن دل محبوب حقیقی کو یاد کر رہا ہو۔تو اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ تو تعلیم دین کے لئے تشریف لے گئے تھے۔تو تعلیم دین کے لئے فرماتے ہیں خود ذاکر نہ ہو تو اس سے فائدہ نہیں ہوتا اور ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ دین پڑھ کر دنیا ہی کمانے پر لگے رہتے ہیں۔دین پڑھ کر دیندار نہیں بنتے۔اول تو بہت کم لوگ علوم حاصل کرتے ہیں ان کو بھی حصول دنیا کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔یہ عجیب بات نہیں ہے۔جو بندہ دین پڑھتا ہے پانچ سال، آٹھ سال، دس سال کتابیں اٹھائے اٹھائے اساتذہ کی خدمت میں پھرتا ہے تو چاہیے کہ جب وہ مدرسے سے نکلے تو ولی اللہ ہو اور لوگوں کی اصلاح کا سبب بنے لیکن دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ اکثریت خود بگڑ جاتی ہے۔اس کا سبب کیا ہے؟ یہی کہ نہ اساتذہ ذاکر ہوتے ہیں نہ طالب علم ذاکر ہوتے ہیں یہاں فرماتے ہیں تعلیم دین کے لئے طالب علم کا ذاکر ہونا اشد ضروری ہے۔برکت فی التعلیم کی شرائط میں ہے کہ معلم خود بھی ذاکر ہو۔تعلیم میں برکت اس سے آتی ہے ورنہ حروف، الفاظ تو آجاتے ہیں، نعتیں پڑھنا آجاتی ہیں، ترجمہ کرنا آجاتا ہے لیکن کتنی بدنصیبی ہے کہ دین سیکھ کر مساجد میں عمر گزار کر مقصد حصول دنیا ہو تو اس سے بڑی ناکامی کیا ہوگی۔

رفق در ارشاد:

قولہ تعالیٰ: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا طٰهٰ: ۴۴

ترجمہ: پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا۔

اس میں اصل ہے ارشاد میں نرمی کرنے کی اور اس میں دلالت ہے اس پر کہ ہر شخص سے اس کے رتبہ کے موافق پیش آوے اور یہ سب اہل طریق کے اخلاق میں سے ہے۔"

فرماتے ہیں بات کرتے وقت مخاطب کے مرتبے کا لحاظ کرنا چاہیے خواہ وہ بے دین ہے کافر ہے جیسا بھی ہے لیکن بات اخلاق سے کرنا چاہیے۔اخلاق عالیہ یہ ہیں کہ بات حق کی جائے اور مخاطب کے مرتبے کے مطابق کی جائے۔کرنے کا انداز یہ ہے کہ تہذیب کے دائرے کے اندر ہو۔کسی پر چڑھائی نہ کی جائے۔آپ چھوٹتے ہی کسی کو کہہ دیں گے تم جہنمی ہو تو وہ آپ کی بات کب سنے گا۔وہ تو غصے میں آکر الٹا چڑھائی کرے گا۔آپ نے اسے جہنمی کہا وہ آپ کی نسلوں کو جہنمی کہے گا۔تو فرمایا تبلیغ کرتے وقت بھی بات کرتے وقت بھی مخاطب کے مقام و مرتبے کے لحاظ سے اور تہذیب کے مطابق کی جائے۔تبلیغ کا بنیادی نقطہ ہے کہ مبلغ کے دل میں ایک درد ہو انسانیت سے محبت ہو اور وہ چاہتا ہو کہ اللہ کے کچھ بندے آگ سے بچ جائیں۔اگر اس کی نیت اپنی پارسائی جتانے کی ہو یا اپنی علمیت جتانے کی ہو یا اپنی بزرگی جتانے کی ہو تو بنیاد ہی غلط ہو گئی۔یعنی جو بات کرتا ہے نصیحت کرتا ہے پہلے اس کے دل میں ایک درد ہو کہ اللہ کی مخلوق میں سے کچھ لوگ تو اللہ کی نافرمانی چھوڑ دیں اور اللہ کے عذاب سے بچ جائیں تو محبت تو رنگ لائے۔ان کے لئے محبت ہو درد ہو پھر بات اخلاقی حدود کے اور بندے کی حیثیت کے مطابق کی جائے۔

لحاظ داشتن رتبہ ناس:

قولہ تعالیٰ: قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ الی قولہ تعالیٰ قَالَ لَا تَخَافَآ طٰهٰ: ۴۵۔۴۶

ترجمہ: دونوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار ہم کو اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے یا یہ کہ زیادہ شرارت نہ کرنے لگے۔ارشاد ہوا تم اندیشہ نہ کرو۔

"اس میں وہی مسئلہ ہے جو قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ میں گزر چکا ہے۔"

یعنی جو فطری اندیشے ہیں وہ کاملین کے بھی ہوتے ہیں۔

دونوں بھائی اللہ کے نبیؑ ہیں لیکن عرض کر رہے ہیں کہ یا اللہ ہم آپ کا پیغام لے کر فرعون کے دربار میں تو جائیں گے۔لیکن ڈر یہ ہے کہ بڑا متکبر بڑا جابر بڑے لاؤ لشکر والا ایک عظیم شہنشاہ ہے۔خدائی دعویٰ کئے بیٹھا ہے تو ایسا نہ ہو کہ ہماری بات سننے سے پہلے ہی ہماری گردن اڑانے کا حکم دے دے۔ وہ تو بڑا ظالم ہے اور پھر بات بالکل ہی اس کے سارے تصورات کے مخالف ہے۔اسے خدائی کی سطح سے لا کر ایک عام آدمی کی سطح پر لانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔اس کو یہ کہنا کہ تم ایک عاجز بندے ہو تو وہ یہ بات سن کر بھڑک اٹھے قتل کرا دے بات سنتے ہی نہیں کسی کو بات سننے کی اجازت ہی نہ دے تو یہ جو انسانی فطری تقاضے ہوتے ہیں یہ ان انبیاءؑ میں بھی تھے۔اللہ نے فرمایا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں سنبھال لوں گا آپ بےفکر رہیے۔

قرب ذاتی قرب صفاتی:

قولہ تعالیٰ: قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی ۝۴۶

طٰہٰ:۴۶

ترجمہ: ارشاد ہوا کہ تم اندیشہ نہ کرو میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سب سنتا دیکھتا ہوں۔

"اگر جملہ اَسْمَعُ وَاَرٰی اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ کی تفسیر ہو تو دلیل ہے قرب صفاتی پر اور اگر مستقل ہو تو اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ دلیل ہے قرب ذاتی پر۔"

معیت الٰہی کی دلیل ہے۔اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ میں تمہارے ساتھ ہوں۔انبیاءؑ و رسل جتنے بھی ہوتے ہیں سب کو معیت الٰہیہ حاصل ہوتی ہے لیکن معیت کی دو قسمیں ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے دونوں ارشاد فرمائیں۔معیت صفاتی اور معیت ذاتی۔انبیاء کو ہمہ وقت معیت الٰہیہ حاصل ہوتی ہے لیکن وہ معیت صفاتی ہوتی ہے جیسے یہاں فرمایا اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ میں آپ دونوں کے ساتھ ہوں۔آپ دونوں کو میری معیت نصیب ہے اَسْمَعُ وَاَرٰی ۝ میں سب کچھ سن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں یہ صفاتی معیت ہے یا جب بنی اسرائیل کے سامنے فرعون لشکر لے کر آ گیا سامنے سمندر آ گیا تو انہوں نے کہا اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ ۝ (الشعراء:۶۱) ہم تو پکڑے گئے موسیٰؑ ہم تو مارے گئے آپ نے ہمیں بھگایا تو سہی لیکن آگے سمندر ہے آگے جاتے ہیں تو غرق ہوتے ہیں۔ پیچھے فرعون کا لشکر آ رہا ہے پکڑ کر قتل کر دے گا تو انہوں نے فرمایا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ میرا پروردگار میرے ساتھ ہے۔رب صفاتی نام ہے سَیَهْدِیْنِ ۝۶۲ (الشعراء:۶۱) وہ میرے لئے کوئی راستہ پیدا فرما دے گا۔یہ بھی صفاتی بات ہے۔اس کا مطلب ہے انبیاء کو ہمہ وقت معیت نصیب ہوتی ہے لیکن صفاتی ہوتی ہے۔وہاں انسان کی صفات آ جاتی ہیں۔ان اللہ مع الصابرین یہاں اللہ کا صفاتی نام رب استعمال نہیں ہوا بلکہ ذاتی نام یعنی اسم اللہ استعمال ہوا ہے ان اللہ مع الصابرین اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔اس میں انبیاء بھی ہیں، صلحا بھی ہیں، صحابہؓ میں بھی اولیاء بھی ہیں۔جو بھی صبر کرے گا اسے معیت ذاتی الٰہیہ نصیب ہوگی تو انبیاء میں چونکہ سارے اوصاف بھی کامل ہوتے ہیں تو انہیں معیت ذاتی بھی نصیب ہوتی ہے معیت صفاتی بھی نصیب ہوتی ہے۔لیکن معیت صفاتی میں بندے کی ذات اور اللہ کی صفات ہوتی ہیں معیت ذاتی میں ذات الٰہی اور بندے کی صفات ہوتی ہیں لیکن غیر مشروط معیت کہیں نہیں ملتی سوائے ایک جگہ کے۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو ہم رکاب لیا۔

ضرورت رشتہ

لڑکی عمر 24 سال تعلیم بی اے حافظ قرآن

صرف سلسلہ عالیہ سے وابستہ خواہش مند حضرات رابطہ کریں

رابطہ نمبر 0300-6945297

اکرم التفاسیر

سورہ الشعراء رکوع 7 آیات 123 تا 140

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

قوم عاد نے پیغمبر کو جھٹلایا o جب ان کے قومی بھائی ہود علیہ السلام نے ان سے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝

بے شک میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں۔ سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی صلہ نہیں مانگتا بس میرا صلہ تو جہانوں کے پروردگار کے ذمہ ہے۔

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝

کیا تم ہر اونچی جگہ پر ایک عمارت بے فائدہ (پوجا کے لیے) بناتے ہو۔

وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝

اور بڑے بڑے محل بناتے ہو شاید تم ان میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝

اور جب کسی کو پکڑتے ہو (سزا دیتے ہو) تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو

وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور اس (اللہ) سے ڈرو جس نے ان (بے شمار نعمتوں) چیزوں سے تم کو مدد دی جن کو تم جانتے ہو

اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۝ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝

اس نے تمہیں چار پایوں اور بیٹوں سے مدد دی۔ اور باغوں اور چشموں۔

اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝

بے شک مجھے تمہارے بارے میں (بڑے) سخت دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

قَالُوْا سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ۝

وہ کہنے لگے کہ آپ نصیحت کریں یا نہ کریں ہمارے لیے برابر ہے۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝

یہ تو بس اگلے لوگوں ہی کی عادت ہے۔ اور ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

سو انہوں نے ان کو جھٹلایا پس ہم نے ان کو ہلاک کر دیا بے شک قصہ میں بھی عبرت ہے۔

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

مگر ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں۔ اور بے شک آپ کا پروردگار ہی غالب اور مہربان ہے۔

كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِيْنَ قوم عاد نے بھی انبیاء کی تعلیمات کو جھٹلا دیا تھا، رسولوں کا انکار کیا تھا اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ جب کہ ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے چونکہ انبیاء انسانوں میں سے ہوئے ہیں، آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوئے ہیں اور آدم علیہ السلام کی اولاد قبائل اور عوام میں بٹی ہوئی ہے تو انبیاء و رسل کا تعلق بھی انہی اقوام اور قبائل سے ہوتا ہے تو انسان ہی کو انسانیت کو ہی کیوں ساری مخلوق پر افضلیت کا یہ شرف حاصل ہے اس لیے کہ نبوت صرف انسانیت کو ملی ہے۔ انبیاء انسانوں میں سے ہوتے ہیں۔ تو بطور انسانیت یا بطور قبیلہ یا بطور خاندان کے وہ انہی لوگوں کے بھائی ہوتے ہیں یعنی اسی خاندان کے فرد ہوتے ہیں، اسی قبیلے کے فرد ہوتے ہیں اور اللہ انہیں نبوت عطا کر دیتا ہے تو پھر سارے قبیلے اور باقی انسانیت کو جہاں تک ان کی نبوت کا دائرہ کار ہے سب کو دعوت الی اللہ دیتے ہیں۔ تو فرمایا ان کے خاندانی یا ان کے قبیلے کے بھائی ہود علیہ السلام نے یہی دعوت دی: اَلَا تَتَّقُوْنَ 124 کیا تم اللہ سے رشتہ استوار نہیں کرنا چاہتے؟ اب کیا کیا جائے مفہوم آیت کا یہ ہے معنی اردو میں ہے تم ڈرتے نہیں؟ اردو کے پاس

اور کوئی لفظ ہی نہیں ہے۔ مفہوم یہ ہے کیا تم اللہ سے رشتہ استوار نہیں کرنا چاہتے؟ پہلے رشتہ استوار ہوگا تو ٹوٹنے کا ڈر ہوگا نا! رشتہ ہی نہیں ہے تو پھر ٹوٹنا کیا ہے؟ جڑا ہی نہیں ہے ٹوٹے گا کہاں؟ نبیؐ کا کتنا خوبصورت انداز ہوتا ہے، ان پر کتنا بڑا انعام ہوتا ہے کہ سادہ سا لفظ کہہ دیا اَلَا تَتَّقُوْنَ تمہیں اللہ سے جڑنا نہیں ہے؟ اپنے مالک سے، پروردگار سے، غفور الرحیم سے جو تمہاری خطاؤں اور گناہوں کے باوجود تم پر نعمتیں نازل کر رہا ہے، تمہاری کوتاہیوں کے باوجود جو اس نے اپنے ذمہ لیا ہے وہ کر رہا ہے، جو تمہارے ذمہ ہے کیا تم وہ نہیں کرو گے؟ اَلَا تَتَّقُوْنَ تم اللہ سے جڑنا نہیں چاہتے کہ تمہیں ٹوٹنے کا خطرہ ہو، ڈر ہو۔ یہ تو جب آنکھ بند ہوگی تو آنکھ کھلے گی۔ جب قبر میں جائیں گے، آخرت میں جائیں گے برزخ میں جائیں گے، میدان حشر میں پہنچیں گے تو پتا چلے گا کہ نبیؐ کے ساتھ جڑنے کا کتنا بڑا اجر ہے اور نبی سے کٹ کے رہنا کتنی بڑی محرومی ہے۔ پھر تو چیزیں کھل کر سامنے آجائیں گی۔ تو انہوں نے فرمایا کیا تم اللہ سے جڑنا نہیں چاہتے: اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ میں تمہارے لیے اللہ کا رسول ہوں اور رسالت کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر رسول امین ہوتا ہے جو کچھ تمہیں کہا جا رہا ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کی امانت ہے، وحی کے ذریعے اس نے مجھے عطا فرمائی، میں من وعن بغیر ایک زیر زبر کی تفریق کے پوری دیانت داری سے پہنچا رہا ہوں۔ نبوت کا خاصہ ہے کہ امانت کی کوئی بات نبی اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ قرآن کریم نے تو گواہی دی نبی کریم ﷺ پر کہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی O اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (سورۃ النجم 3،4) میرا نبی وہی بات پہنچاتے ہیں جو آپ ﷺ پر وحی ہوتی ہے۔ فرمایا اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور امانتدار ہوں، امانت خاصہ رسالت و نبوت ہے میں تمہیں وہی پہنچا رہا ہوں جو اللہ کریم نے مجھے پہنچانے کا حکم دیا ہے فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ۔ اللہ سے تعلق استوار کرو اور میرا اتباع کرو، میری بات مانو جو میں کہتا ہوں وہ کرو۔ پھر وہی بات آگئی یہ وہم نہ کرو کہ میں تمہیں جمع کر کے تمہارے کندھوں پہ چڑھ کے اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں جمع کر کے تم سے چندے لے کے دولت جمع کرنا چاہتا ہوں وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ میں جو تعلیمات تمہیں پہنچا رہا ہوں اس کا معاوضہ مجھے نہیں چاہیے۔ میں تم سے کوئی معاوضہ کوئی بدلہ نہیں چاہتا، مجھے تم سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ میں اللہ کے حکم پر اللہ کی رضا کے لیے تم تک دین پہنچا رہا ہوں اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میرا معاوضہ اس کی بارگاہ سے مجھے ملے گا جو ساری کائنات کو پال رہا ہے۔

اَتَبْنُوْنَ بِکُلِّ رِیْعٍ اٰیَۃً تَعْبَثُوْنَ یہ قوم عاد تھی جن کے بڑے بڑے قد تھے بہت گرانڈیل جوان تھے میں اگلے دن ایک تصویر دیکھ رہا تھا۔ ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ پڑا تھا قوم عاد کا۔ اور لوگ جو اس کے پاس کھڑے تھے ان کے قد قوم عاد کے مقابلے پر بے حد کم تھے۔ عرب کے کسی ایک صحرا سے یہ ڈھانچے برآمد ہوئے تھے۔ کمال ہے حکومتوں نے پابندی لگائی ہوئی ہے کہ دکھاؤ نہیں کسی کو۔ کوئی چوری تصویر بنا لیتا ہے تو بھیج دیتا ہے فیس بک پہ، کہیں انٹرنیٹ پہ حالانکہ وہ دکھانی چاہییں، عبرت کا سامان ہے۔ جو بندہ کھڑا تھا اس ایک ڈھانچے کی کھوپڑی کے ساتھ تو اس کے کان تک، کان کے سوراخ کے ساتھ 6 فٹ کا جوان کھڑا تھا۔ آگے کھوپڑی اونچی تھی اور پتا نہیں سر سے پاؤں تک کتنا لمبا ڈھانچہ پڑا تھا۔ انہیں قرآن نے عاد ارم کہا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ معذب قوم کا نام ارم ہے اور ہمارے مسلمان اپنی بچیوں کا نام ارم رکھتے ہیں۔ عاد ارم کو اپنے باغات پر بہت ناز تھا۔ ان باغات پر عذاب آیا۔ بند ٹوٹے، پانی چڑھا اور باغات تباہ ہوئے، بہہ گئے، قوم بھی ساتھ غرق آب ہوگئی۔ ارم کا ایک معنٰی یہ ہے کہ قوم عاد جہاں بھی کوئی ٹیلہ دیکھتے وہاں ایک بڑا سا مینار بنا دیتے۔ سورج کی پوجا کرتے تھے۔ تو اس مینار پر جگہ جگہ سورج کے نشان بنا دیتے ان کی پوجا کیا کرتے۔ لوگ جو یہ نام رکھتے ہیں "ارم" اس سے پرہیز کرنا چاہیے، بچنا چاہیے۔ دو "ارم" ہیں دو معنے ہیں۔ ایک عاد کے وہ بڑے بڑے مینار جہاں سورج کی پوجا کرتے تھے یا قوم ثمود کے وہ باغات جو تباہ ہوئے تھے۔ دونوں پر عذاب الٰہی آیا تھا۔

پتا نہیں لوگ کیوں یہ نام رکھتے ہیں؟ بہر حال اللہ ہدایت دے۔ اَتَبۡنُوۡنَ بِکُلِّ رِیۡعٍ اٰیَۃً تَعۡبَثُوۡنَ 128 تم ٹیکری پر ایک مینار بنا کر اور اس کی پوجا میں لگ جاتے ہو تم کیا کرتے ہو؟ تم خود اینٹ گارا جوڑ کر بناتے ہو اس پر سورج کی تصویر بنا کر پھر اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہو اور تم نے تو ہر چھوٹی موٹی ٹیکری پر بنا رکھے ہیں۔ جہاں اونچی جگہ دیکھتے وہاں بنا لیتے۔ دوسرے وہ بڑے طاقتور تھے اور بڑے زور آور، بڑے کاریگر تھے۔ یہ جو ہم کہتے ہیں کہ آج کا زمانہ بہت ترقی یافتہ ہے گزشتہ قوموں نے بھی بڑی ترقی کی تھی۔ نوح علیہ السلام کی قوم نے بڑی ترقی کی تھی چیزوں کے بنانے میں عاد نے بھی بڑی بڑی ترقی کی فرمایا: وَتَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ 129 یہ پہاڑوں اور بڑی بڑی چٹانوں کو کاٹ کر ان میں محل بنا لیتے تھے۔ آج بھی انہیں دیکھیں تو حیرت ہوتی ہے کہ آج جدید مشینوں سے بھی اتنا صاف کاٹ کر اور اتنا خوبصورت مکان نہیں بنایا گیا۔ انہوں نے کئی کئی منزلہ بنائے، بڑے اونچے۔ نیچے سے پہاڑ کاٹتے تھے، پھر اوپر عمارت بناتے، پھر مزید اوپر بناتے۔ آپ ان کے ستون دیکھیں تو ایسے پتا چلتا ہے کہ کسی نے تراش کر لکڑی سے نکالا ہے حالانکہ اتنی سخت چٹان ہے کہ کتنی مدت گزر گئی ان پر عذاب بھی آیا، انسان تباہ ہو گئے لیکن جو ستون ہیں ان کی گولائی میں سے بڑے غور سے بھی دیکھ لیں تو کہیں سے کوئی ذرہ نکلا ہوا نظر نہیں آتا۔ کب سے ان پر بارشیں برس رہی ہیں، دھوپ کھا رہے ہیں لیکن اب تک ایسے سلامت اور ایسے کھڑے ہیں۔ پتا نہیں کس کاریگر نے بنائے ہیں۔ کس طرح انہیں صاف کیا ہے۔ ستون ہیں، پھر ان کے اوپر چھتیں ہیں۔ چھت کے آگے چھجے سے بنے ہوئے ہیں۔ ان میں لائنیں لگی ہوئی ہیں، ڈیزائن بنے ہوئے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے اندر سے کمرے کی تصویر دیکھیں تو پورا کونوں تک صاف، چھت بھی صاف، فرش بھی صاف، دیواریں ۔۔۔۔۔ حیرت ہوتی ہے کتنی صفائی سے ۔۔۔۔ اتنی مضبوط چٹان ہے جسے صدیوں کی دھوپ اور بارش آج تک اس کا ایک ریزہ بھی خراب نہیں کر سکی ابھی تک کھڑے ہیں۔ کتنی سخت چٹان اور کس صفائی سے انہوں نے کاٹی ہے۔ فرمایا! تم بڑے بڑے محل بناتے ہو لَعَلَّکُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ 12 تا کہ تم ہمیشہ رہو۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ تم انہی میں رہو گے؟ وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِیۡنَ 130۔ اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی ظالمانہ کرتے ہو۔ کسی کے مخالف ہو جاتے ہو تو اسے تباہ کر دیتے ہو۔ کوئی تمہارے قابو آ جائے تو اسے برباد کر دیتے ہو۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوۡنِ 131۔ ایسا نہ کرو یہ فضول عمارتیں نہ بناؤ۔ غیر اللہ کی پوجا نہ کرو اور صرف گھر بنانے میں نہ لگے رہو یہ تو چھوڑ کر تمہیں چلا جانا ہے ان میں ہمیشہ نہیں رہنا۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کی بھی فکر کرو اور اللہ کریم سے جڑ جاؤ تا کہ تمہیں اللہ کی ناراضگی کا اندیشہ رہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو کہ کہیں اللہ کی بارگاہ میں مردود نہ ہو جاؤ اور اس کا ایک ہی راستہ ہے وَاَطِیۡعُوۡنِ میری تابع داری کرلو، میرا اتباع کرلو۔ وَاتَّقُوا الَّذِیۡۤ اَمَدَّکُمۡ بِمَا تَعۡلَمُوۡنَ 132 اور تم جانتے ہو کہ تم پر اللہ کی بے پناہ نعمتیں ہیں اگر یہ نعمتیں گننے لگو تو گن نہیں سکتے اس کے ساتھ تعلق استوار کرلو، اس کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی اطاعت اختیار کرو۔ اَمَدَّکُمۡ بِاَنۡعَامٍ وَّبَنِیۡنَ 133 اس نے تمہیں بے شمار نعمتیں دی ہیں۔ تمہیں ذی حیات جانور دے دیئے ہیں جن سے تم بڑے مالدار نظر آتے ہو اور اتنی دولت دی، تمہیں بیٹے اور اولادیں دی ہیں۔ تم بڑے خوشحال ہو۔ یہ سب نعمتیں کس نے دی ہیں، یہ تم پر اللہ کریم کی عطا ہے۔ فرمایا، وَجَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ 134 اور بڑے بڑے باغات ہیں، تمہارے لیے ہر جگہ چشمے جاری ہیں یعنی تمہارے پاس افزائش نسل ہو رہی ہے جانوروں کی اور ریوڑوں کے ریوڑ تمہارے پاس گائیوں، بھینسوں، بھیڑ بکریوں کے ہیں، اونٹوں کے ہیں۔ گلوں کے گلے اونٹوں کے لیے پھرتے ہو۔ اس نے تمہیں خوبصورت اور نوجوان بیٹے عطا کیے ہیں پھر اس نے تمہیں زمینیں ایسی عطا کی ہیں جن میں باغات ہی باغات ہیں۔ ہر زمین میں چشمے پیدا کر دیئے ہیں۔ تم کون کون سی نعمتیں گن سکتے ہو؟ فرمایا: اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ۔135 مجھے خطرہ یہ ہے کہ اگر تم اللہ کی نافرمانی پہ اڑے رہے تو بہت بڑا عذاب آ جائے گا۔ مجھے تم پر بڑے سخت

دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ ایسا عذاب ہوگا کہ وہ دن ہی سخت شمار ہوگا میں تمہیں اس سے بچانا چاہتا ہوں۔ کہنے لگے:۔ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ 136 بھائی میاں! آپ ہمیں سمجھاتے رہیں یا چھوڑ دیں ہمارے لیے برابر ہے ہم آپ کی بات سن نہیں رہے۔ آپ نصیحت کرتے رہیں یا نصیحت کرنا چھوڑ دیں برابر ہے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جو کچھ آپ فرماتے ہیں ہمارے لیے وہ نہ کہنے کے برابر ہے، ہم آپ کی بات سن نہیں رہے۔ اگر آپ کہنا چھوڑ دیں تو بھی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ 137 انہوں نے فرمایا، تم یہ پہلی دفعہ نہیں کر رہے ہو۔ تم سے پہلے جو قومیں تباہ ہوئی ہیں اور جنہیں عذاب الٰہی نے پکڑا ہے ان کی بھی یہی عادت تھی۔ یہی وہ بھی کہتے تھے کہ ہمیں ضرورت نہیں ہے آپ کے وعظ کی اور آپ ہمیں نصیحت نہ کریں اور ہم آپ کی بات نہیں سنتے لیکن پھر اس کا نتیجہ بھی دیکھا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ 138 پھر ان کا دعویٰ یہ بھی تھا کہ ان پر عذاب نہیں آئے گا۔ ہمارے یہ دیوی دیوتا اور جن کی ہم پوجا کرتے ہیں کس لیے کرتے ہیں؟ یہ ہمیں بچائیں گے جن کی پوجا کی جاتی ہے جنہیں چڑھاوے دیئے جاتے ہیں۔ بندے کے اندر تو یہی بات ہوتی ہے کہ یہ میری حفاظت کریں گے۔ میری مشکلیں آسان کریں گے۔ میرے کام یہ کریں گے تو انہوں نے بھی کہا بھئی ہم اتنی پوجا کرتے ہیں اتنی نیازیں دیتے ہیں، اتنے پیسے خرچ کرتے ہیں تو ہمارے جو بت یا جنہیں ہم نے معبود فرض کرلیا ہے، یہ دیوی دیوتا ہم پر عذاب نہیں آنے دیں گے۔ ہم پر عذاب نہیں آسکتا فَكَذَّبُوْهُ انہوں نے اپنے نبیؑ کی اطاعت سے انکار کیا: فَاَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے سب کو تباہ و کر دیا برباد کر دیا۔ لہر آئی ہوا کی اور سب کو اُٹھا کر پٹخ دیا۔ قرآن کریم میں آتا ہے اس طرح پڑے تھے جس طرح کھجوروں کے تنے پڑے ہوتے ہیں۔ ہفتہ بھر ہوا چلتی رہی اور اتنی تیز ہوا تھی کہ انہوں نے چٹانیں تراش تراش کر جو محل بنائے تھے انہی چٹانوں سے پٹخ پٹخ کر ان کے پرخچے اُڑا دیئے۔ انسانوں، جانوروں کو وہ ہوا اوپر لے جاتی تھی اور پھر پٹخ دیتی تھی وہ چٹانوں سے پٹخ پٹخ کر مرگئے، کچھ نہیں بچا۔ ہر چیز تباہ ہو کر رہ گئی :فَاَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ ان کی ترقی کے دعوے اور ان کی کاریگری اور ان کے باطل معبودوں پر جو ان کا بھروسہ تھا سب کچھ چکنا چور ہو گیا۔ ہر چیز برباد ہوگئی، اللہ نے انہیں تباہ کر دیا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً کتنی بڑی دلیل ہے اس میں وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ 139 لیکن انسانوں کی اکثریت پھر بھی مان کر نہیں دیتی۔ انسان بھی عجیب شے ہے اس سب کے باوجود انسانوں کی اکثریت گمراہی پہ جمی رہتی ہے اور انہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا، ایمان نہیں لاتے۔

اللہ اللہ! قرآن کریم نے یہ دلائل کسی قصہ کہانی کے طور پر بیان نہیں فرمائے، کسی کی تاریخی حقیقت، ان کے کردار اور اس کے نتائج سے غرض ہے کہ لوگو! انہوں نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نافرمانی کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا اب یہ اسی اسی نوے فٹ کے جوان تھے جنہیں کھجوروں کے تنوں سے مشابہت دی گئی ہے تو کھجور کا تنا بھی 40,35 فٹ ہوتا ہی ہے کم ہوا تو اتنے تو وہ بھی ہوں گے جن کے وجود میتیں بن گئے اور عبرت کے لیے ان کے ڈھانچے نظر آتے ہیں۔ اس ڈھانچے کا جو کان کا سوراخ ہے اس تک چھ فٹ کا بندہ کھڑا ہوا ہوتا ہے آگے اندازہ کرلیں سر اس سے کتنا اوپر ہے اور جس کا سر اتنا بڑا ہے اس کا وجود کتنا ہوگا؟ وہ پورے ڈھانچے پڑے ہیں۔ کئی ڈھانچے جو برآمد ہوئے ہیں حیرت ہوتی ہے لیکن اتنی سخت ہوا آئی کہ اس نے انہیں پہاڑوں سے پٹخ پٹخ کر مار دیا۔ اٹھا کر زمین پر مار کر مار دیا۔ تباہ ہو کر رہ گئے، کچھ نہیں ان کا بچا۔ فرمایا، اس میں کتنے دلائل ہیں، کتنی روشن دلیل ہے کہ نافرمانی عذاب کی طرف لے جاتی ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا انسانیت پر ایک احسان یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی برکت سے اجتماعی عذاب آنا رک گئے لیکن بدنی طور پر عذاب نہیں آتے جو حضور ﷺ کی غلامی سے دور ہوتا ہے اس کے اندر وہی عذاب آجاتے ہیں، اس کے اندر وہی ہوائیں چلتی ہیں، اس کے

اندر وہی شعلے برستے ہیں، اس کے اندر اس کے ارمان اسی طرح غرق ہوتے رہتے ہیں جس طرح قوم نوح علیہ السلام غرق ہوئی تھی۔ اس کے اندر اسی طرح آندھیاں چلتی ہیں اور اس کی خواہشوں کو پٹک پٹک کر مار دیتی ہیں۔ جسمانی طور پر عذاب نہ آئے لیکن وہ عذاب اس کے اندر گھر کر جاتا ہے۔ تو فرمایا یہ بہت بڑی دلیل ہے اور دلیل اس لیے بھی ہے کہ آج بھی کوئی دامان رسالت ﷺ تھام لے تو دیکھئے کیسا گل وگلستان ہوتا ہے اس کے اندر، اس کے دامن میں۔ یعنی یہ نہیں کہ یہ اس زمانے کی بات ہے، آج نبی کی جتنی نافرمانی کرتے ہو اتنے تمہارے اندر دکھ آتے ہیں۔ دولت ہوتی ہے تم کھا نہیں سکتے۔ کتنی عجیب بات ہے اربوں روپے ہیں تمہارے پاس، تم کھانا نہیں کھا سکتے۔ اربوں روپے ہیں تمہارے پاس تم رات کو سو نہیں سکتے۔ دنیا بھر کے علاج کر سکتے ہو ایک ہڈی کا درد تم ٹھیک نہیں کر سکتے، دامان رسالت ﷺ آج تھام لو تو تمہیں لذت نصیب ہو رہی ہوگی اور اس سے دوری کا حال یہ ہے کہ بظاہر بڑی نعمتیں نصیبوں دل میں تم ان سے محروم ہی رہو گے۔ اندر خوشی نہیں آئے گی۔

میں ایک مرتبہ پنڈی سے گزر رہا تھا۔ راجہ بازار کی طرف جا رہا تھا تو ایک دوست کھڑا تھا مونگ پھلی کی ریڑھی پر۔ اس نے تھوڑی سی مونگ پھلی لی ہوئی مزے مزے سے کھا رہا تھا۔ میں نے کہا یہاں کیا کر رہے ہو؟ بہت بڑا کارخانہ دار تھا، بہت بڑی فیکٹری کا مالک تھا اور اس زمانے میں کارخانے گورنمنٹ نے لے لیے تھے بھٹو صاحب کے زمانے میں جب یہ صنعتیں قومیائی گئی تھیں۔ کہنے لگا یار بڑا نقصان ہوا ہے میرا اور مجھے کوئی معاوضہ بھی نہیں مل رہا لیکن بڑا کام ہوا ہے۔ کام کیا ہوا؟ کہنے لگا میں نے یہ دیکھا کہ ہماری لاکھوں کی آمدن روزانہ تھی ہمیں وہ خوشی نصیب نہیں ہوتی تھی یہاں جو کھڑا ہوا کسی غریب کو میں 5 روپے دے دیتا ہوں تو اس کا چہرہ کھل اٹھتا ہے یعنی بات تو یہ کہ کس کو کتنا دکھ ہے کس کو کتنی خوشی ہے؟ کہتا ہے امیر آدمی کو لاکھوں روزانہ ملتے ہیں تو اس کا چہرہ اس طرح کھلتا نہیں جتنا غریب کا۔ میں نے 5 روپے دیئے اس کا چہرہ کھل اٹھا ہے۔ مجھے آج سمجھ آئی ہے خوشی دولت کا نام نہیں خوشی اندر کا احساس ہے اور غریب کیلئے اللہ نے خوشی کتنی سستی کر دی۔ تو بات اندر کی کیفیات کی ہے۔ دامان رسالت ﷺ سے ہٹو گے تو دولت کے ڈھیر بھی ہوں گے، سونے کے گھر بنالو، سکون نہیں ہوگا۔ دامان رسالت تھامو گے، کٹیا میں بیٹھے ہو گے تو شہنشاہ ہو گے۔ اندر سے دل خوش ہوگا۔ اطمینان ہوگا اندر۔ خود کو شہنشاہ سمجھ رہے ہو گے۔ فرمایا، یہ تو واضح دلائل ہیں آج آزما کر دیکھ لو، کوئی یہ نہیں کہ ہم قصہ ماضی سنا رہے ہیں۔ آج اللہ کے رسول ﷺ کی رسالت موجود ہے۔ آج تم اطاعت اختیار کرلو اور دیکھو تمہاری کیفیات کیسے بدلتی ہیں۔ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ بے شک تمارا پروردگار غالب ہے چاہے تو آن واحد میں جس طرح تم نافرمانی کرتے ہو اسی طرح وہ بھی عذاب کھول دے تو تم لمحہ بھر نہیں رہ سکتے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ آتا ہے کہ اگر ہم گرفت شروع کر دیتے تو زمین پر کوئی ذی روح چل پھر نہ سکتا۔ معاف کرتے رہتے ہیں، معاف کرتے رہتے ہیں، تو وہ غالب ہے لیکن وہ رحیم ہے وہ پھر رعایت دے دیتا ہے کہ چلو پھر گزارہ کرلو، پھر جی لو، کبھی توبہ کرلو، پھر مسلسل تعلیمات رسالت تم تک پہنچا رہا ہے مسلسل کوئی لمحہ رات دن کا ایسا نہیں جس میں اذان نہ ہو رہی ہو۔ آج تو کمپیوٹر پہ ہر چیز آجاتی ہے۔ آپ دنیا کا نقشہ کمپیوٹر پہ رکھ کے دیکھیں کہ ایک ملک سے لے کے دوسرے ملک تک جانے تک 24 گھنٹے ہو جائیں اور ہر سکینڈ میں اذان ہو رہی ہوگی۔ زمین میں کہیں نہ کہیں خطبہ پڑھا جا رہا ہوگا۔ کہیں نہ کہیں تقریر ہو رہی ہوگی۔ کہیں مدرس پڑھا رہا ہوگا۔ کہیں بچے پڑھ رہے ہونگے۔ کہیں کوئی تلاوت کر رہا ہوگا۔ ہر لمحہ اللہ کے خوش نصیب بندوں کو یہ توفیق ہے کہ انہوں نے یہ گلشن آباد کیا ہوا ہے۔ تمہارے پاس فرصت ہے، مہلت ہے اب توبہ کرو، اب دامان رسالت ﷺ تھام لو اور دیکھو کتنی نعمتیں اللہ کی نصیب ہوتی ہیں۔

شیخ المکرمؒ کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

سوال: خیالُکَ فی عینی وذکرکَ فی لسانی اے اللہ! تیرا خیال ہر وقت میرے خیالوں پر جمار ہتا ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر جمار ہتا ہے اور تو مجھ سے کہاں غائب ہوسکتا ہے؟

جواب: میرے بھائی شعراء کا کچھ کہنا جو ہوتا ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی قرآن کریم فرماتا ہے فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ O وَاَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَالَایَفْعَلُوْنَ (الشعراء 225، 226) ہر وادی میں جھانکتے ہیں اور کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں۔ صرف دعوے کرتے ہیں آگے استثنیٰ ہے سورہ الشعراء میں اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا (الشعراء 227) سوائے اس کے جو ایمان لائے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو، باقی سب کہنے کی باتیں ہیں، شعراء کے دعوے ہیں۔ شعراء تو پل بھر میں آسمان پر ہوتے ہیں، پل بھر میں زمین پر ہوتے ہیں، پل بھر میں کسی کو سورج تارے لا کر دیتے ہیں اور پل بھر میں اس کا دامن خالی کر دیتے ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ O یَقُوْلُوْنَ مَالَایَفْعَلُوْنَ (الشعراء 225، 226) کرتے کچھ نہیں، کہتے بہت کچھ ہیں۔ وہ کرتے کچھ نہیں، کھا کر سو جاتے ہیں اور زمین آسمان کے قلابے باتوں سے ملائے رکھتے ہیں۔ ہاں کچھ ان میں ایسے بھی ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے روشن ہیں جو اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں۔ یہ استثنیٰ دیا گیا ہے سورہ الشعراء میں۔ تو اصل بات احسان کا حصول، حضورِ حق کا حصول، ذکرِ الٰہی ہے اور ذکرِ الٰہی کے بارے علمائے حق لکھتے ہیں کہ میلے کپڑے کو صابن لگانا ہے۔ ذکرِ الٰہی صابن ہے ہمارا دل ایک میلا کچیلا کپڑا ہے ایک بھدر ہے۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ آپ کہتے ہیں ہمارا دل صاف نہیں ہوا لیکن صابن اپنا کام کرتا ہے اگر صاف نہیں ہوا تو اس کا مطلب ہے کہ اس میں میل زیادہ ہے تو اس کا علاج بھی یہی ہے کہ اسے پھر صابن لگاؤ اور صابن لگاؤ ایک دفعہ ایک بزرگ سے کسی نے سوال کیا کہ میں اتنے عرصے سے ذکر کر رہا ہوں مجھے تو کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ انہوں نے فرمایا کہ جو تم اتنے عرصے سے مسلسل ذکر کر رہے ہو یہ تم محسوس نہیں کرتے کہ اللہ نے تمہیں توفیق دی ہے کہ کچھ وقت اللہ کی یاد میں گزار لیتے ہو؟ یہ تم محسوس نہیں کرتے کہ چوبیس گھنٹوں میں جو اللہ کی یاد نصیب ہے یہ اللہ کا احسان نہیں ہے، یہ توفیق نہیں ہے؟ پھر وہ اسے لے کر ایسی جگہ گئے جہاں پانی کا ٹینک رکھا ہوا تھا تو ٹونٹیاں عموماً ان کی لیک ہوتی ہیں تو اس میں سے قطرہ قطرہ فرش پر جو انیٹوں یا سیمنٹ کا بنا ہوا تھا گر رہا تھا تو جہاں وہ قطرہ قطرہ ٹپکتا تھا وہاں ایک گڑھا بن گیا۔ انہوں نے فرمایا دیکھو! یہ گڑھا ہے؟ اس نے کہا جی! انہوں نے کہا یہ پہلے قطرے سے بن گیا تھا؟ نہیں حضرت! یہ تو برسوں میں بنا ہوگا، قطرہ گرتا ہے تو محسوس ہی نہیں ہوتا کہاں گرا ہے۔ فرمایا! اسی طرح تمہارا ذکر وہ پہلا قطرہ ہے، کرتے رہو کرتے رہو تو ایک گڑھا بن ہی جائے گا۔ ایک دن محسوس کر ہی لو گے۔ اب یہ خامی یا یہ کمی تمہارے وجود میں ہے یا ذکر کرنے میں ہے۔ عقیدے میں ہے یا ارادت میں ہے۔ دو چیزیں بنیاد ہوتی ہیں ایک عقیدہ، عقیدہ وہ ہو جو نبی ﷺ نے فرمایا۔ دوسرا ارادت ہوتی ہے کہ جہاں سے آپ ذکر سیکھ رہے ہیں اس کے ساتھ آپ کا قلبی تعلق کتنا ہے۔ ہوسکتا ہے یہاں دس بیس پچاس سو لوگ آ کر بیٹھ جائیں جنہیں ارادت نہ ہو ویسے آ جاتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ یہ کیا کرتے رہتے ہیں؟ سر مارتے ہیں کیا؟ ہم بھی بیٹھ کر دیکھتے ہیں۔ بیٹھ کر انہیں کیا پتا چلے گا۔ جہاں ارادت نہیں ہوگی تو ایک سنگلاخ چٹان ہے اس پر بارش پڑے گی تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ چٹانوں پر پڑتی ہے تو کچھ جو تھوڑی بہت مٹی ہواؤں کے اڑا لانے سے پڑی

ہے وہ بھی دھو دیتی ہے، چٹان اور چٹیل ہو جاتی ہے۔ اسے کیا پتہ چلے گا۔ تو چٹان پر بارش کا اثر نہیں ہو گا۔ جب ارادت ہو گی تو دل کی زمین زرخیز ہو گی، جو قطرہ پڑے گا اس کا اثر ہو گا۔ تو عقیدہ تو وہی ہے جو حضور ﷺ نے تعلیم فرمایا۔ عقیدہ درست ہو جہاں سے آپ ذکر سیکھ رہے ہیں اس شخص سے ارادت بھی ہو تو ارادت وہ تار ہے جو آپ اس کے پلگ میں لگاتے ہیں اور وہاں سے روشنی آتی ہے تو اگر ارادت نہ ہو تو برسوں بیٹھے رہو کچھ محسوس نہیں ہوتا لیکن ذکر کے بارے علماء فرماتے ہیں کہ کوئی اس کی نقل ہی شروع کردے نقلاً ہی کرتا رہے کہ یہ کرتے تو ہیں میں بھی دس منٹ شوں شوں کروں گا تو آہستہ آہستہ وہ اسے اصل پہ لے آتی ہے یعنی یہ واحد فعل ہے ذکر الٰہی کہ ہر عبادت میں خلوص قلب ضروری ہے۔ یہ واحد فعل ہے کہ کوئی بغیر خلوص کے بھی شروع کرے تو یہ اس کے دل میں خلوص پیدا کر دیتا ہے یعنی واحد عبادت ہے جس کا حکم اللہ کریم نے قرآن کریم میں بار بار دیا ہے فرمایا۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الدعا 28) یعنی یہ دلوں پر اثر کرتا ہے اور دلوں کو آباد کر دیتا ہے، بسا دیتا ہے، مطمئن ہو جاتے ہیں، وہاں پہنچ جاتے ہیں پھر کہتے ہیں اب اور مانگنے کے لیے میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ اویسی حضرات نے کہا تھا ناں کہ۔۔۔ اول ما آخر ہر منتہی

جہاں لوگوں کے مراقبات اور سلاسل کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے ہماری ابتدا ہوتی ہے۔

آخر ما جیب تمنا تہی۔۔۔۔ اور ہماری آخر اور انتہا یہ ہے کہ مانگنے کے لیے کچھ نہیں رہتا اتنا کچھ مل جاتا ہے کہ بندہ پریشان ہو جاتا ہے کہ اب اور کیا مانگوں؟ آخر ما جیب تمنا تہی۔ ہماری آخر یہی ہے۔ اب تمام سلاسل آپ دیکھیں گے تو فنا بقا کو انتہائے سلوک کہا جائے گا۔ کہ فلاں کے مراقبات فنا بقاء ہو گئے تو وہ منتہی ہو گئے، سلوک مکمل ہو گیا۔ جبکہ یہاں آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ فنا بقا تک پہنچو تو آپ کی ابجد تو سیدھی ہو گئی اب آگے آپ کو سکھائیں گے تو یہی کسی نے کہا تھا کہ اول ما آخر ہر منتہی

جہاں سارے سلاسل منتہی ہو جاتے ہیں۔ انتہا کو پہنچتے ہیں ہم وہاں سے ابتدا کرتے ہیں اور آخر ما جیب تمنا تہی

اور ہماری آخر یہ ہے کہ اتنا مل جاتا ہے کہ سمجھ نہیں آتی کہ اب کیا مانگوں۔ تو اس کے لیے ایمان تو شرط ہے ہی، ارادت بھی شرط ہے اور ارادت شیخ سے ہونی چاہیے اور شیخ کو پہچاننے کی دلیل اس کے گرد لوگ ہوتے ہیں جو لوگ اس کے گرد ہیں کیا ان کی اصلاح ہوئی؟ کیا ان کے عقیدے درست ہوئے۔ کیا اعمال ٹھیک ہوئے؟ اچھا ہم سمجھتے ہیں کہ ہر آنے والا بایزید بسطامیؒ بن جائے، ایسا نہیں ہوتا۔ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ ایک بندہ ایک شیخ کے پاس آیا وہ دن میں سو گناہ کرتا تھا اگر وہ ننانوے پر بھی آ گیا تو اسے فائدہ تو ہوا۔ آپ تو اسے ایسا ہی سمجھیں گے دیکھنے والا، ظاہری نظر والا تو سو اور ننانوے کا فرق نہیں کرے گا لیکن عنداللہ اسے کچھ توفیق تو ہوگئی کچھ گناہ سے باز آ گیا۔ پچاس پہ آئے گا، ہوتے ہوتے پانچ پہ آئے گا، ایک وقت آئے گا کہ وہ توبہ کرے گا۔ تو جانچنا یہ ہوتا ہے کہ شیخ وہ ہوتا ہے کہ جس کی صحبت میں آنے والے کا سفر يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ سورہ البقرہ 257) برائی سے نیکی کی طرف سفر شروع ہو جائے تو اگر ایسا بندہ مل جائے تو اس کے پاؤں کی دھول بن جاؤ اور اس کی جوتیوں کی خاک بن جاؤ۔ وہاں سے تمہیں کچھ ملے گا۔ جتنی کوئی قیمتی چیز ہوتی ہے اتنی اس کی نقل بازار میں ملتی ہے۔ اب آپ دیکھیں اگر ہمارے ملک میں شہر میں سو ڈاکٹر ہیں تو ہزار عطائی اور نقلی ڈاکٹر بیٹھے ہوں گے۔ اگر دس حکیم ہیں تو دس ہزار نقلی حکیم بیٹھے ہوں گے۔ دکانیں لگی ہوئی ہیں کبھی آپ نے کہا کہ یہ عطائی ڈاکٹر جو ہیں انہوں نے ڈاکٹروں کو بڑا پریشان کیا ہوا ہے؟ نہیں کوئی نہیں۔ دکانیں لگی ہوئی ہیں جس کو اصل چاہیے وہ ڈاکٹروں کے پاس جاتا ہے جس نے خانہ پری کرنی ہے وہ کسی عطائی سے کرا کے چلا جائے گا۔ اچھے حکیم معروف معالج بیٹھے ہوئے ہیں جسے اپنی صحت کی فکر ہے وہ سنجیدہ ہے وہ کسی حقیقی حکیم کے پاس جائے گا۔ غیر سنجیدہ آدمی کہیں کوئی حلیہ بنا کر بیٹھا ہے اس سے لے کر کچھ پھانک لے گا اور ایک نئی مصیبت ایک بیماری چمٹا لے گا۔ لیکن یہ کوئی نہیں کہے گا کہ جی نقلی حکیموں نے اصلی حکیموں کا کام تباہ کر دیا۔ یہاں اگر کہتے ہیں۔ جی نقالوں نے تصوف کو تباہ کر دیا اور اصل صوفیاء نہیں ملتے نقال تو ہر جگہ ہیں اور یہ چیز قیمتی ہے زیادہ نقل اس کی بنے گی۔ اب لوہے کی کوئی کتنی نقل بنائے گا لیکن سونے کی تو بے شمار لوگ بنائیں گے مگر جس میں طلب صادق ہوتی ہے وہ نقالوں کے پاس عمر ضائع نہیں کرتا۔ اپنی طلب کو صادق

اور خالص کرنا چاہیے یہاں آپ کیا سمجھتے ہیں سارے لوگ یہاں خلوص سے آتے ہیں؟ نہیں ایسے لوگ بھی یہاں آجاتے ہیں جنہیں یہاں نہیں آنا چاہیے۔ نقالوں کے پاس جانا چاہیے مثلاً کسی کو جنات کے عملیات کی فکر ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ حاصل ہوجائے گا تو زیادہ مضبوط عملیات ہوں گے تو اس نے یہاں سے کیا لینا؟ لوگوں کا پیشہ ہے لوگوں کو تعویز دینا پیسہ لینا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہاں اللہ اللہ کرنے سے میرے تعویزوں میں زیادہ اثر آجائے گا، لوگ اسے زیادہ پیسے دیں گے۔ اسے کیا ملے گا یہاں سے؟ ایسے بھی لوگ آجاتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے، یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ کسی کو کہیں کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔ وہ خود چھانٹی کرتا رہتا ہے، وہ ہر ایک کی نیتوں کو دیکھ رہا ہے ہوسکتا ہے کوئی اچھی نیت سے نہیں آیا یہاں آکر اس کی نیت خالص ہوجائے، یہاں اسے اللہ خلوص دے دے۔ ہوسکتا ہے وہ اسے قبول نہ کرے وہ اسے پھر آنے سے روک دے پھر نہ آنے دے اور یہ ہوتا رہتا ہے یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ آپ نے یہ محسوس کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ ہوتا رہتا ہے۔ لوگ آتے ہیں اور پھر نہیں آتے۔ لوگ برسوں ساتھ رہتے ہیں پھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ چونکہ مقصد حصولِ قربِ الٰہی نہیں ہوتا کسی کا مقصد حصولِ دنیا، کسی کا مقصد حصولِ شہرت اور مختلف مقاصد ہوتے ہیں پھر ان کے نتائج نکلتے رہتے ہیں تو بھائی یہ کوئی بات نہیں کہ نقلی صوفیوں نے اصلی صوفیوں کی تلاش سے روک دیا ہے۔ نقلی ڈاکٹر اصلی ڈاکٹر کی تلاش سے نہیں روکتا۔ نقلی اور گھٹیا کم قیمت کے کپڑے بیچنے والا، اصلی دکان پر جانے سے نہیں روکتا۔ بازار میں کیا ساری دکانیں اصلی چیزوں کی ہوتی ہیں۔ ہماری طلب ہوتی ہے۔ جب ہمیں اصلی چیز چاہیے تو ہم دکانیں پھر کر وہاں سے لیتے ہیں جہاں اصلی ہوتی ہے یہ ہماری طلب ہمیں تلاش کراتی ہے۔ بیماری کا علاج صحیح ڈاکٹر سے کراتے ہیں۔ دوا صحیح طبیب سے لیتے ہیں۔ بازار بھرا ہوا ہے نقلیوں سے وہ ہمیں کچھ نہیں کہتے ہیں۔ جنہیں پروا نہیں ہوتی خانہ پری کرنا ہوتی ہے وہ جہاں کوئی بیٹھا مل گیا وہیں سے پھکی لے کر کھالی یہی حال اس شعبہ کا بھی ہے، گھر گھر پیر بیٹھے ہیں، بیٹھے رہو بھائی۔ آپ تلاش کریں، دیکھیں کتنے لوگ اس کے پاس آتے ہیں کس کو کتنا ملا، کون پہلے کیا تھا اب کیا ہے؟ پہلی کتنی خطائیں کرتا تھا اب اس کا سفر نیکی کی طرف شروع ہوگیا، وہ دین دار ہوگیا، اس کے عقیدے کی اصلاح ہوگئی اس کے اعمال کی اصلاح ہورہی ہے تو الحمد اللہ اسے بندے کے پاس جانا چاہیے اور جو ایسا نہیں ہے اس کے قریب بھی مت پھٹکو

مکن با صوفیائے خام یاری

کچے صوفیوں سے دوستی نہ کرو نقلی صوفی کے قریب مت جاؤ

کہ باخاماں نہ، باشی خامکاری

ان کچے کام کرنے والوں کے ساتھ مل کر تم بھی کچا کام کرنے والا ہوجاؤ گے تمہارا کردار تباہ ہوجائے گا تمہارے اعمال میں کچھ نہیں بچے گا اعمال ضائع ہوں گے تو خطرہ ایمان کو ہوگا

طریق پختہ کاری را نہ دانند

بخامی میوہ از باغت فشانند

پختہ کاری کا تو انہیں پتا نہیں۔ پکانا تو وہ جانتے نہیں۔ تمہارے دل کے باغ سے بھی وہ کچے پھل توڑیں گے اور وہ

آن میوہ ز اصل خویش چیدہ

بماند تا قیامت نارسیدہ

جو کچا پھل شاخ سے ٹوٹ جائے پھر وہ کبھی پکا نہیں کرتا پھر وہ سوکھ سڑ جاتا ہے۔ اس لیے نقلی صوفیوں کے قریب سے بھی مت گزرو اور جو صاحب دل مل جائے اور لوگوں کے عقائد کی اصلاح ہوتی ہو، ان کے کردار کی اصلاح ہورہی ہو تو یہ کافی ہے جاننے کے لیے۔ تم بھی جاؤ اپنا کاسۂ قلب لے کر، تمہاری قسمت میں کیا ہے؟ تمہیں اللہ کیا دیتا ہے؟ تو یہ پہچان ہے، یہ تلاش ہے، طالب کو چاہیے پہچان کر پھر جہاں مل جائے تو پھر فرمایا

چناں مردے کہ یابی خاک اوشو

ایسا بندہ مل جائے تو پھر اس کے قدموں کی خاک بن جاؤ اور

اسیر حلقۂ فتراک اوشو

اس کی جوتیوں کے تسموں کے قیدی بن جاؤ یعنی غلام بن جاؤ تو یہ کیفیت جو ہے ارادت ہے یعنی ارادت کہ قلبی تعلق شیخ سے کیسا ہے۔ جو واقعی شیخ ہے جتنی آپ کی ارادت ہوگی اتنی برکات ہوں گی۔

مجنوں جو مر گیا تو جنگل اداس ہے

مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب مدظلہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا، میں اس سے کبھی نہیں ملا، میں اس کے ملک میں کبھی نہیں گیا، جب وہ سپاہی کی حیثیت سے سوویت یونین سے لڑ رہا تھا یا جب وہ امیر المؤمنین بن کر حکومت چلا رہا تھا۔ میں نے اس کی کبھی کوئی مدد نہیں کی، میں نے اس کی کبھی ایک پیسہ تک کی مدد نہیں کی، میں نے اس کے لئے کبھی کوئی مجاہد بھرتی نہیں کرایا۔ میں نے اس کی ٹیپ ریکارڈر پر بھی کبھی آواز تک نہیں سنی، میں نے اس کی کبھی کوئی تحریر تک نہیں پڑھی۔ اس کے خلاف ٹی وی میڈیا میں بھرپور پروپیگنڈا ہوتا رہا، کوئی اس کی حمایت میں نہیں بولتا تھا، سبھی اس کو دنیا کی نظروں سے گرانے کے درپے تھے۔ سبھی اس کو جاہل، اُجڈ، گنوار، حالات کی نزاکت کو نہ سمجھنے والا، بے بصیرت، عالمی دہشت گرد اور نہ جانے کیا کچھ کہتے اور لکھتے تھے۔ اس کے خلاف بولنے والوں کی زبان اپنی تھی نہ ایمان، اس کے خلاف لکھنے والوں کے قلم لکھتے وقت غیر کی سیاہی استعمال کر کے اس کا حق ادا کرتے تھے۔ اس کے متعلق صحیح معلومات کا کوئی آزاد ذریعہ نہ تھا، اگر کوئی ذریعہ تھا تو وہ سرگوشیاں تھیں۔ کبھی دو شخص آپس میں مل بیٹھتے تو آس پاس اِدھر اُدھر دیکھ کر اس کے حق میں کانوں میں سرگوشیاں کرتے۔ اسی قسم کی سرگوشیاں میرے کانوں میں بھی کی جاتیں۔ اس کے متعلق مجھے جو بھی معلومات حاصل ہوئیں وہ سب کی سب انہی سرگوشیوں کی مرہونِ منت تھیں۔ پھر بھی نہ جانے کیوں اچانک اس کے انتقال کی خبر سن کر غم واندوہ کا پہاڑ میرے دل ودماغ پر ٹوٹ کر گرا۔ میرے اوسان خطا ہو گئے، میرے کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں، جس کی مجھے اب تک سمجھ نہیں آ رہی۔

وہ ایک غریب جفاکش مولوی کا بیٹا تھا، اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ایک سڑک کے کنارے پیدا ہوا، تین سال کی عمر میں اس کے والد کا انتقال ہو گیا، اس کی والدہ سے اس کے چچا نے نکاح کر لیا۔ پھر اُسی کے زیرِ سایہ پلا بڑھا۔ پھر مقامی مدرسہ سے ان نے تعلیم حاصل کی۔ وہ جوانی کی حدود میں قدم رکھ ہی رہا تھا کہ سوویت یونین نے اس کے ملک میں اپنی فوجیں داخل کر دیں۔ پھر اس کے اندر افغانی اور ایمانی غیرت نے جوش مارا، اُسے معلوم ہوا کہ سوویت یونین کے خلاف علماء نے جہاد کا فتویٰ دیدیا ہے، وہ اپنی دینی تعلیم اُدھوری چھوڑ کر جہادی فوجوں میں کود گیا اور پھر اس وقت تک وہ واپس نہ لوٹا جب تک کہ سوویت یونین کے ٹکڑے نہ ہو گئے۔ اور اسی جہاد کے بدلے سوویت یونین سے کئی اسلامی ریاستیں وجود میں نہیں آ گئیں۔ اسی جہاد میں اس کی ایک آنکھ کام آ گئی مگر پھر بھی اس نے اس ایک آنکھ کے ضیاع کو جہاد سے دوری کا بہانہ نہیں بنایا۔ اور جب وہ تھکا ہارا واپس لوٹا تو اس نے دیکھا کہ اس کے علاقے میں سرداروں اور ملکوں نے اپنے اپنے علاقوں میں چوکیاں قائم کر دی ہیں، جن سے گزرنے والوں سے بھتہ وصول کیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف ملکی سطح پر اقتدار کے لئے رسہ کشی ہو رہی ہے۔ ایک طرف ایران دوسری طرف انڈیا اور تیسری طرف چین اور پاکستان نے اس کے ملک کو میدانِ کارزار میں بدل دیا ہے۔ ہر ملک وہاں پر اپنی مرضی کے حکمران چاہتا تھا۔

امریکہ تو ان افغان ملاؤں کو استعمال کر کے اپنے ہاتھ جھاڑ کر آسانی سے نکل گیا۔ اس میں امریکہ کا اسلحہ استعمال ہوا مگر پوری جنگ میں امریکہ کا کوئی بھی فوجی یا عام آدمی نہیں مرا۔ امریکہ نے دور بیٹھے

بٹھائے ان ملاؤں کو مروا کر اپنے آپ کو دنیا کی واحد سُپر طاقت منوا لیا۔اور رُوئے زمین پر یکتائی کا جھنڈا گاڑ کر حکمرانی کرنے لگا۔امریکہ کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ اس لٹے پٹے تباہ شدہ افغانستان کی تعمیر نو میں حصہ لے۔اس جنگ میں لاکھوں افراد کام آئے۔لاکھوں اپاہج ہوگئے اور آج تک محتاجی اور معذوری کی زندگی گزار رہے ہیں۔ایک کروڑ سے زیادہ افراد نے ہجرت کر کے ہمسایہ ملکوں میں پناہ لی۔امریکہ خواب خرگوش میں جا سویا،اب اسے اس بات کی فکر نہیں تھی کہ دنیا میں اس کا کوئی مدمقابل بھی رہ گیا ہے،اس کو یقین ہوگیا تھا کہ اب اس کو دنیا میں چیلنج کرنے والا کوئی نہیں،چنانچہ اس نے نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ لگایا،اور عراق کے ذریعہ کویت پر قبضہ کروا کر پھر عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی،اور اس بہانے عرب علاقوں میں اپنی فوجیں اُتار دیں اور تیل کے خزانوں پر قابض ہوگیا۔نیز امریکہ مطمئن ہو کر خواب خرگوش میں خراٹے لے رہا تھا تو دوسری طرف افغان لیڈر آپس میں دست و گریباں ہو رہے تھے۔افغان لیڈر خانہ کعبہ میں بیٹھ کر معاہدے کرتے اور غلاف کعبہ سے چمٹ کر اپنے عہد کی پاسداری کرنے کی قسمیں اُٹھاتے ،اور واپس افغانستان آکر مکر جاتے اور پھر آپس میں دست و گریباں ہوجاتے۔ان کے پیچھے ہمسایہ ممالک کی ایسی طاقتیں تھیں جو ان کو ایک نہ ہونے دیتیں۔چنانچہ یہی ایک غیر معروف طالب علم جس نے اپنی دینی تعلیم مکمل نہ کی تھی اور اب مکمل کرنا چاہتا تھا اپنے ملک کے حالات دیکھ کر اپنے ساتھ اپنے ہی جیسے طالب علموں کی جماعت لیکر طالبان کا نام سجا کر" قلندرانہ ادا اور سکندرانہ جلال" کے ساتھ اُٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے افغانستان پر چھا گیا۔اس نے تمام سرداروں،ملکوں اور ڈیرہ دار خوانین کے ظلم ستم سے قوم کو نجات دلانا شروع کردی۔یہاں تک کے پوری قوم اس کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔

اس کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی ،اس نے دنیا کی کسی سپر طاقت کو نہیں للکارا،وہ اپنے کام میں مگن ہوگیا۔وہ اپنے ملک میں امن چاہتا تھا۔چنانچہ اس نے امن قائم کر دکھایا۔صدیوں بعد مسلمانوں میں امیر المؤمنین کے نام کی صدا گونجی۔ملاں کا لفظ ایک گالی بن چکا تھا،اس نے اسلفظ کو احترام دلوایا۔

ساری دنیا اُسے مذہبی جنونی کہتی تھی،ہاں اس کو مذہب سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جنون کی حد تک چاہتا تھا،وہ صحابہؓ کا عاشق تھا۔اس کے اس جنون نے دنیا میں ایک کہرام برپا کردیا،اس کے جنون نے دنیا کی بڑی بڑی سپر طاقتوں کو سرنگوں کردیا،اس کے اس جنون نے دنیا کے بڑے بڑے دماغوں میں ہلچل برپا کردی،اس کے اس جنون نے دنیا کے ارادوں کو توڑ ڈالا،اس کے اس جنون نے دنیا میں اس کے مخالفوں میں شکست کے بیج بو دیئے،اس کے جنون نے دشمن کی صفوں میں شگاف ڈال دیا۔وہ کسی کا دشمن نہیں تھا بلکہ دنیا اُس کی دشمن ہوگئی تھی،وہ اس لئے کہ اس کے انصاف وسادگی نے دنیا کو امن کا پیغام دیا تھا۔لوگ اُسے امن کا دشمن ظاہر کرتے تھے مگر اس نے اپنے اس ملک کو اسلحہ سے پاک کردیا تھا جس میں بچے کے پیدا ہوتے ہی بندوق اس بچے کے نام سے محفوظ کرلی جاتی تھی۔اس کے اس امن کی وجہ سے دنیا میں اسلحہ کے بڑے بڑے کارخانے بند ہوتے نظر آرہے تھے۔اس نے پوست کی کاشت ممنوع قرار دیدی تھی جس سے ہیروئن بنائی جاتی ہے،اس کی وجہ سے ہیروئن کے عالمی تاجروں کا کھربوں ڈالر کا نقصان ہو رہا تھا۔اس کے انصاف کے نظام سے دنیا کی عدالتیں ویران ہوتی نظر آرہی تھیں۔وکیلوں کی ہوش رُبا فیسوں کی دکانیں بند ہو رہی تھیں،اس کے دور میں دو گھنٹے میں انصاف ملتا تھا۔اس کے دور حکومت میں ہمسایہ ملک کے لوگ فیصلے کروانے کے لئے اس کے ملک میں جانے کے لئے بے چین ہوتے تھے۔وہ جو نہ کبھی بکا نہ جُھکا اور نہ ٹوٹ کر بکھرا۔نہ اس کے حوصلے نے جواب دیا اور نہ اس کے ارادے پست ہوئے۔اس کا کوئی ایوان نہیں تھا ،اس کا کوئی عام یا خاص دیوان نہیں تھا۔اس کا صرف ایک حکم ہی کافی ہوتا تھا،اس کے لئے کسی پارلیمنٹ کا اجلاس بلا کر اس سے منظوری لینے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔اس نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنا اسلحہ حکومت کے پاس جمع کرادے اب سب کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے تو ساری قوم نہتی ہوگئی۔اس نے کہا کہ آج سے پوست کی کاشت ممنوع

قرار دیدی گئی ہے، تو لوگوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے کاشت کی ہوئی پوست کے کھیتوں کے کھیت اُکھاڑ پھینکے۔ اس نے انصاف کا نعرہ لگایا تو ہر گھر میں انصاف فراہم کر دیا گیا۔

ٹی وی پر بیٹھ کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر ہاتھ میں سگار پکڑ کر اور منہ ٹیڑھا کر کے انگریزی بولنے والوں نے تعصب اور نفرت کو چھوڑ کر کبھی یہ سچ بیان کیا ہے کہ "وہ اگر پاکستان کے سرحدی علاقے جو کہ افغانستان سے ملتے ہیں میں گیا ہو تو اس نے اس کے دورِ حکومت میں اس کے حکومتی انصاف کی خوشبو محسوس نہ کی ہو اور اس نے عام آدمی کی زبان پر یہ حسرت والی دعا نہ سنی ہو کہ "اے اللہ ہمارے ہاں بھی کوئی ایسا حکمران کیوں نہیں آجاتا"۔ وہ جس کے دورِ حکومت نے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کر دی۔ اس کے دورِ حکومت میں عالمی سطح کا ایک صحافی گیا جس کو اس نے کچے پیالے میں چائے پیش کی، اس کے ساتھ سوکھی روٹی تھی۔ صحافی نے قندھار کے شہر میں گھومنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس صحافی کو ٹوٹی ہوئی پھٹیچر سی جیپ میں بٹھا کر شہر لے جایا گیا، صحافی نے شہر کا پُرسکون ماحول دیکھا، تمام لوگ بے دھڑک آزادانہ گھوم رہے تھے، کسی کے پاس اسلحہ نہیں تھا۔ صحافی نے پوچھا کہ اس شہر کا گورنر کون ہے؟ جواب میں کہا گیا کہ وہ ایک آدمی جو کہ لنگڑا کر چل رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں تسبیح ہے، اسے دیکھ رہے ہو؟ صحافی نے کہا کہ ہاں دیکھ رہا ہوں، تو کہا گیا کہ یہی اس شہر کا گورنر ہے۔

اس کے ہاں کسی کو اپنے ملک کی شہریت کے لئے اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا شرط تھی، جب کوئی غیر ملکی اس کی ہاتھ پر بیعت کرتا تو وہ اس کی پناہ میں چلا جاتا۔ پھر بیعت کنندہ کی جان و مال وعزت و آبرو کی محافظ اس کی حکومت ہوتی۔ اُسامہ بن لادن اور اس کے ساتھیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اس نے اُن سے کہہ دیا کہ اب تم میری پناہ میں ہو۔ پھر جب دنیا کی سپر طاقت امریکہ نے اُسے اُسامہ کو حوالے کرنے کی بات کی جس کے ساتھ ہمارے ملک پاکستان کی ایجنسیاں بھی تھیں، تو اس نے کہا کہ تم ثبوت لے کر آؤ، تو امریکی کچھ ثبوت لے کر آگئے، تو اس نے امریکیوں سے پوچھا کہ کیا ان ثبوتوں کی بنیاد پر امریکہ کی عدالت اُسامہ کو سزا دے سکتی ہے؟ امریکیوں نے کہا کہ ناممکن ہے، اس پر اُس نے کہا کہ پھر مجھ سے تم اُسامہ کو حوالے کرنے کی بات کیوں کرتے ہو۔ پھر اُسے ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا گیا۔ اس نے کہا تم ہمیں ڈراؤ نہیں، ہم مٹی کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں، اسی مٹی کے گھر میں رہتے ہیں، اور پھر مر کر بھی ہم نے مٹی کی قبر میں ہی جانا ہے۔ پھر وہ اپنے موقف پہ ڈٹ گیا۔ ہمارے بعض مصلحت پسند اور بعض ڈالر پسند آج کہتے پھر رہے ہیں کہ اُس کو چاہیے تھا کہ وہ امریکہ کی بات مان لیتا تو دس لاکھ انسان نہ مارے جاتے، لاکھوں لوگ اپاہج نہ ہوتے، وہاں بمباری سے اتنا نقصان نہ ہوتا۔ تو میرا ان لوگوں سے سوال یہ ہے کہ اس پر بمباری کرنے والے تو پڑھے لکھے شعور یافتہ لوگ کہلاتے ہیں، دنیا میں امن اور انصاف کے علم بردار ہیں، مظلوم کی دادرسی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے لوگ ہیں، انہیں اس بات کا خیال کیوں نہ آیا کہ ہم ایک آدمی کے حصول کے لیے اتنے لاکھوں لوگوں کو موت کی گھاٹ میں کیوں اُتار رہے ہیں، بچوں کے حقوق کے نام پر دنیا میں این جی اوز چلانے والوں نے صرف اور صرف ایک آدمی کو پانے کے لیے لاکھوں بچوں کے ساتھ آگ اور خون کی ہولی کیوں کھیلی۔ وہ پھول جو ابھی مسکرانا نہ سیکھ سکے تھے انہیں پہلے ہی جہانِ عدم میں کیوں پہنچا دیا گیا۔ کیا اپنے ممالک میں بھی کسی مجرم کو تلاش کرتے وقت وہ لوگ یہی کچھ کیا کرتے ہیں جو انہوں نے اس ملک میں کیا؟ ان کے نزدیک وہ تو اجڈ، جاہل، دہشت گرد تھا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اُس کے دورِ حکومت میں اس کے ملک میں امن قائم کرنے کے لئے یا کسی کو پکڑنے کے لئے یہی کچھ کیا جاتا تھا۔ اس کے دورِ حکومت میں کتنے لوگ مارے گئے تھے، کتنے بچے ذبح کیے گئے تھے، کتنے لوگ اپاہج ہوئے تھے؟ اس کے متعلق تو آج تک کسی نے دہن نہیں کھولا یا قلم نہیں اٹھایا۔ دوسری صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ اُسامہ بن لادن اس کی دسترس میں تھا ہی کب، اس کی تو فوج ہی علیحدہ تھی جو کہ اس کی جان سے زیادہ حفاظت کرتی تھی، اس نے تو یہی کہا تھا کہ میں اپنے ہاتھ سے پکڑ کر تمہارے ہاتھ میں نہیں دے سکتا تم خود تلاش کر لو۔ یہ طاقت پر گھمنڈ کرنے والی جدید سائنسی آلات سے لیس طاقتیں خود ہی

اُسامہ کو ڈھونڈ کر لے جاتیں۔مگر وہ ان کے ہاتھ نہیں آیا۔اس کا غصہ عالمی طاقتوں نے اُس غریب پر نکالا۔لیکن اُس کے تحمل اور جنگی داؤ پیچ سے دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں حیران ہوگئیں۔

دوسری بات یہ کہ اگر وہ امریکہ کی بات مان لیتا تو عزیمت کی جو داستان اس نے تاریخ میں رقم کی ہے وہ کون بناتا۔اگر وہ عالمی استعمار کے گماشتوں کے کہنے میں آجاتا تو وہ بھی دوسروں کی طرح ''دُم بُریدہ سگانِ عالمی استعمار'' میں شمار ہوتا۔جبکہ ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ ہم نے اس کی حکومت کو تسلیم بھی کیا ہوا تھا مگر ہم نے ہی اپنی سرزمین اس کے خلاف جارحیت کے لئے عالمی استعمار کو دے رکھی تھی، جہاں سے ایک روایت کے مطابق ۵۷ ہزار جنگی پروازوں کے ذریعہ اُس کی فوج پر بمباری کی گئی۔اس کے باوجود اس کے مخالفین نے افواہوں کے ذریعہ اس کے خلاف عالمی میڈیا میں بھرپور جنگ لڑی مگر وہ افواہوں کی بجائے زمینی حقیقت بن کر اپنے مخالفین کے سامنے ڈٹا رہا۔اس کا اقتدار اگرچہ ختم کردیا گیا مگر اس کے اقدار باقی رہے۔اس کی فوج کو توڑنے کی کوشش کی گئی مگر اس کی فوج مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔

اس کے دور میں دوران جنگ اس کے مخالفوں کی ایک عورت جو کہ جاسوسہ تھی،اس کی فوج کو نقصان پہنچانے کے لئے اس کے ملک میں آئی تھی، پھر اسی کی فوج نے اس عورت کو گرفتار کرلیا، پندرہ بیس دن کے بعد وہ جاسوسہ جب رہا ہوئی تو اس کی زبان پر کلمہ دین محمدی تھا۔جبکہ ایک مسلمان پاکستانی عورت اس کے مخالفین ''جو کہ دنیا میں امن اور انصاف کے علم بردار ہیں'' کی گرفت میں آئی تو اس کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا کہ شیطان بھی شرما گیا۔

اس کو موت ضرور آئی، کیونکہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت۔ہر جان دار چیز کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے،اس سے تو انبیاء علیہم السلام تک نہ بچ سکے،ایسے لوگ فانی ضرور ہیں مگر ان کا اختتام نہیں ہوتا،موت کی وادی سے گزرنا بھی ان کا بال بھی بیکا نہیں کر پاتا۔اس کا دیومالائی پہلو یہ ہے کہ اس کا کردار اس کو حقیقی معنوں میں مرنے کی اجازت نہیں دیتا۔اس کو دنیا سے گئے ہوئے اڑھائی برس بیت گئے مگر کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی، مرکر بھی اس کا کردار زندہ رہا،اس کے لئے اس کا نام ہی کافی تھا۔اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے نام سے ہی اس کی حکومت چلتی رہی،اس کے نام سے ہی جنگ میں شدت قائم رہی،اس کے نام سے ہی دنیا میں مذاکرات ہوتے رہے،اس کے نام سے ہی معاہدے ہوتے رہے۔اس کا نام ہی ہر کام میں دلیل کا کام دیتا رہا۔اور جب اس کا نام معدوم ہوتا نظر آنے لگا تو تمام مذاکرات بھی معدوم ہو گئے۔اس کی زندگی بھی اس کے طاقتور مخالفوں کی شکست تھی اور اس کی موت بھی اس کے طاقتور مخالفوں کے شکست ہے۔اس کے مخالفوں نے اس کو زندہ یا مردہ پکڑنے پر ایک کروڑ ڈالر انعام مقرر کیا تھا۔اس کے خلاف اشتہار میں لکھا گیا ''انصاف کا انعام'' اور اسی اشتہار میں لکھا گیا ''اگرچہ اپریشن برائے آزادی نے بہت جلد اس کی حکومت ختم کردی مگر وہ آزاد پھر رہا ہے، وہ امریکہ اور اس کے اتحایوں کے لئے مستقل خطرہ ہے'' اس دوران افواہ ساز فیکٹریوں نے اپنی پیداوار جاری رکھی۔جولائی ۲۰۱۱ء میں اس کی ویب سائٹ کو ہیک کرلیا گیا، پھر اس پر ایک جعلی پیغام ڈال دیا گیا ''وہ عارضۂ قلب کی وجہ سے انتقال کر گیا'' پھر کبھی اس کی بیماری کو اس کی موت کا باعث قرار دیا تو کبھی فوجی اپریشن کو۔مگر وہ ڈالروں کا لالچ یا جدید ٹیکنالوجی کے باوجود اس کا کھوج نہ لگا سکے۔وہی مخالف آج بند کمروں میں اُٹھتے بیٹھتے اور فکر سے ٹہلتے ہوئے آپس میں یہ اعتراف کررہے ہیں کہ اس کو ہتھکڑی لگانے یا میزائل سے مارنے کا ان کا خواب پورا نہ ہوسکا۔اس کے مرنے کے باوجود آج بھی افغانستان کے ۶۵ رفیصد علاقے پر اسی کے نام کا سکہ چل رہا ہے۔

وہ امیر المومنین کے لقب سے سرفراز ہوا۔وہ اگرچہ باقاعدہ سند یافتہ عالم دین نہیں بن سکا مگر پھر بھی اس کے ہاتھ پر ہزاروں علماء نے بیعت کی۔اسی لئے اس نے جو مجلس شوریٰ بنائی،اس میں تمام کے تمام علماء تھے،اس نے شرعی معاملات میں بذات خود کبھی کوئی فتویٰ یا حکم جاری نہیں کیا،اس نے جو کچھ بھی کیا علماء سے فتویٰ لے کر کیا۔اس نے امریکہ کی مخالفت نہیں کی تھی مگر امریکہ بذات خود اس کا مخالف ہوگیا۔

وہ تقریباً پانچ سال افغانستان پر ایسا حکمران رہا کہ اس کے حکم

کی کوئی سرتابی نہیں کر سکتا تھا، مگر ایسے عالم میں رخصت ہوا کہ اس کا کوئی ذاتی مکان نہ تھا، اور نہ ہی دنیا کے کسی بنک میں کوئی ظاہری یا خفیہ اکاؤنٹ تھا، اور نہ ہی اپنی اولاد کو دنیا کے امیر ملکوں میں بھیجا۔ حکمران بن کر بھی کابل کے پُرشکوہ قصر صدارت میں قیام نہیں کیا بلکہ قندھار میں ہی اپنے ٹوٹے ہوئے گھر میں رہائش اختیار کی۔ اس لحاظ سے وہ دنیا کا غریب ترین حکمران تھا۔ لوگ حیران تھے کہ اس کے باوجود اس نے دنیا کی سب سے بڑی طاقت کو کس طرح چیلنج کر دیا۔ اس نے مرتے وقت اپنی موت کو بھی ایک راز بنا دیا۔

جب وہ عام فوجی کے طور پر سوویت یونین کے خلاف لڑ رہا تھا تو اس کے پیچھے پوری دنیا اپنی تمام تر قوت اور شان و شوکت کے ساتھ کھڑی تھی، لیکن اس نے پیچھے مڑ کر دنیا کی اس قوت و شوکت کو نہ دیکھا۔ اور جب وہ امیر المؤمنین بنا تو پوری دنیا اپنی پوری قوت اور شان و شوکت کے ساتھ اس کے مقابل کھڑی تھی۔ پھر بھی اس نے اپنے پیچھے کسی طاقت کی طرف امداد طلب نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ وہ پوری دنیا سے ٹکرا گیا۔ اس نے سائینس کی دنیا کو تہس نہس کر دیا۔ پوری دنیا کے آلے اس کو ڈھونڈنے میں ناکام ہو گئے۔ اس کے پاس کوئی ٹی وی نہیں تھا، اس کے پاس کوئی ریڈیو نہیں تھا، اس کے پاس پیغام رسانی کے لئے کوئی فون نہیں تھا۔ اس کے پاس جاسوسی کے آلات نہ تھے، مگر اس کے باوجود اس کی فوج منظم تھی، وہ اعلیٰ قسم کا منتظم تھا۔ اس کے نام پر سب جمع تھے، اس سے غداری کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا، اگر کسی نے بغاوت کی تو پھر وہ دنیا میں نہیں رہا۔

اس کے مخالف اتنے باؤلے ہو گئے تھے کہ اس کو ختم کرنے کے لئے بڑی بڑی رقمیں ہاتھوں میں لیے کر پھرتے تھے، اس کے لئے انہوں نے اپنے سفارت خانوں کے دروازے ان لوگوں کے لئے کھول دیئے تھے جو کہ اس کام میں ان کی مدد کریں، مگر کوئی بھی حامی نہیں بھرتا تھا، البتہ نوسر بازوں کی چاندی ہو گئی، وہ اس کے مخالفوں سے ان کا کام کرنے کی آڑ میں رقمیں لے کر رفو چکر ہو جاتے تھے۔ آخر اس کے مخالفین نے پروگرام بنایا کہ اس کو تو ہم ختم نہیں کر سکتے اب بہتر ہے کہ عزت بچانے کے لئے باعزت مذاکرات کئے جائیں۔ پھر کئی لوگ اس کے ساتھی ہونے کا لبادہ اوڑھ کر اسی کے ساتھیوں کا نام سجا کر" کسی نے ملا منصور کے نام سے واشنگٹن میں ان سے ملاقات کی تو کوئی اور نام کے ساتھ" اس کے مخالفوں کے پاس جا پہنچے، اور لاکھوں ڈالر لے کر رفو چکر ہو گئے۔ اور اس کے مخالفین کی شکست خوردگی کا یہ عالم ہے کہ اپنے ایک فوجی کی رہائی کے لئے اس کے ایسے پانچ افراد کو رہا کر دیا جن کے لئے اس کے مخالفین کے نزدیک زندہ رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

اس کے گروہ سے مذاکرات کرنے کے لئے آخر اس کے مخالفین کو پاکستان کی حکومت کی منت سماجت کرنا پڑی، یاد رکھیں! پاکستان نے اس جنگ میں جتنا نقصان اٹھایا ہے اس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ امریکی جنگ کے بعد پاکستان کو تنہا چھوڑ گئے تھے اور سمجھا تھا کہ اب ہم خود اس سے نمٹیں گے، مگر نہ وہ اس سے نمٹ سکے اور نہ ہی وہ سمٹ سکے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس نے کبھی پاکستان کی مخالفت نہیں کی، نہ ہی کبھی پاکستان کی مخالفت میں بیان دیا اور نہ ہی پاکستان کو نقصان پہنچانے والوں کا کبھی بھی ساتھ دیا۔ پاکستان میں مسلح مزاحمت کاروں کو کھل کر کہہ دیا کہ ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، ہمارا مسئلہ صرف ہمارے ملک افغانستان تک ہی محدود سمجھا جائے۔

آخر میں عرض کرتا چلوں کہ قابل توجہ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کے انتقال کی خبر سننے کے بعد وہ لوگ جو کہ ہمارے ملک میں اس کے نام پر سیاست کرتے تھے، اس کے کارناموں کے قصیدے پڑھتے ہوئے نہیں تھکتے تھے، اس کا نام لے کا عالمی سطح پر اپنا قد بلند کرنا چاہتے تھے، اس کو اور اس کے ساتھیوں کو اپنے بچے ظاہر کرتے تھے، اس کے نام سے عالمی ایجنسیوں سے مذاکرات کا میز بچھا کر ان سے داد اور امداد وصول کرتے تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی اس کے انتقال پر کوئی تعزیتی اجلاس تک منعقد نہیں کیا، کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اس کے کارناموں پر کوئی سیمینار منعقد کرتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان لوگوں کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ اب اس مرحوم کی کہانی کا باب ختم ہو گیا ہے، اب کوئی اور تلاش کیا جائے

جس کے ذریعہ کوئی نئی بساط بچھائی جائے، کچھ نئے کھلاڑی آگے لائے جائیں، کوئی نئی راہ دیکھی جائے، تاکہ پھر سے ان کی سیاست رواں دواں ہو، پھر ان کو عالمی استعمار کے ایوانوں میں مدعو کیا جائے، عالمی استعمار کی غلام گردشوں میں ان کی رونق ہو، پھر سے آنکھوں کو خیرہ کردینے والی روشنیوں میں ان کو بطور امن کے پیام بر کی حیثیت سے عالمی سطح پر تعارف کرایا جائے۔

وہ کون تھا، اس کا نام کیا تھا، میں اپنی پوری تحریر میں نہ لکھ سکا، وہ اس لئے کہ دل میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اس کو مرحوم لکھ سکوں، مگر لکھنا بھی ضروری ہے تاکہ تاریخ میں اس کے اس لافانی کردار کو کسی دوسرے کے ساتھ منسلک نہ کردیا جائے۔ اس کا نام تھا ''امیر المؤمنین مُلّاں محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ

وہ ملاں عمرؒ جس کے ذکر کے بغیر آئندہ افغانستان کی تاریخ مکمل نہ ہوگی، جس کے اقدامات کو تاحشر یاد رکھا جائے گا، جس کے طرز حکومت کو آئندہ افغانستان میں امن کا راہرو سمجھا جائے گا، وہ جس کے متعلق طعنے کے طور پر کہا گیا کہ وہ چُھپ گیا تھا، مگر اس نے چھپ کر پیچھے رہ کر یہاں تک کہ مر کر بھی اپنے لشکر کی ایسی قیادت کی کہ دنیا کی سب سے بڑی ایٹمی طاقت اس کے سامنے سرنگوں ہوگئی۔ جو زبانِ حال سے یہ کہہ کر چلا گیا:

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
اے اہل زمانہ یاد کرو گے ، تاریخ کا ایسا باب ہیں ہم

اور جس کے متعلق میرا ذاتی خیال ہے

کوئی ان اوصاف کا حامل نہیں ہے اے حبیب:
محرمِ دانا ، مرنجاں ، شیردل ، برقِ خرام

بشکریہ : ماہنامہ ''ملیہ'' فیصل آباد

طالبات کے لیے خوشخبری

18 مارچ 2015 سے داخلہ جاری

کلاسز کا باقاعدہ آغاز 11 مئی 2015 سے

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج کا اجراء

علاقہ ونہار میں نظام تعلیم میں ملٹی میڈیا متعارف کروانے والا پہلا ادارہ

کورسز:۔ F.Sc (Pre.Med)، F.Sc(Pre-Eng)، I.C.S.، I.Com، F.A.(I.T.)

نمایاں خصوصیات

تدریس بذریعہ لیکچر سسٹم + ملٹی میڈیا
M.Sc، M.Phil تجربہ کار اساتذہ
ماہانہ ٹیسٹ کا خصوصی انتظام

سٹوڈنٹس کے لیے Presentation اور Saminars کا انعقاد
بورڈ کے امتحانات اور پروفیشنل ڈگری کی منظم اور بھرپور تیاری
ہاسٹل کی سہولت، بہترین Mess، اعلیٰ سکیورٹی اور جنریٹر کی سہولت کے ساتھ
لڑکیوں کی دینی ماحول میں بہترین کردار سازی

گولڈن پیکج:۔

میٹرک میں 90% سے زائد نمبرز پر مفت تعلیم	85% سے زائد نمبرز پر نصف فیس	حافظ قرآن کے لیے خصوصی رعایت

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج، دار العرفان منارہ، ضلع چکوال
رابطہ: 0341-0642642، 0332-8384222، 0543-562200

10.5.2015

الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

کا چی مسجد، چکڑالہ ضلع میانوالی میں خطاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَO فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَنِعْمَۃً وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ O

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْO وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ Oوَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ Oیَفْقَھُوْا قَوْلِیْOرَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًاO

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَاعَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ O مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

الحمدللہ! اللہ کریم کا احسان ہے جس نے پھر اس شہر میں اور اس مسجد میں حاضری کی توفیق بخشی۔ یہاں ان گلیوں میں چلتے ہوئے میری عمر عزیز کے پچیس برس گزرے۔ الحمدللہ مجھے وہ دن بڑے یاد ہیں جب حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہاں جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ اللہ کریم کا نظام ہے، کار دنیا رواں دواں ہے، اللہ کی مخلوق آرہی ہے جارہی ہے لیکن سب لوگ صرف آجا نہیں رہے، کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جس عہد میں گزرتے ہیں اس پر نقش دوام ثبت کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر صدیاں ان کی یاد چھین نہیں سکتیں۔ ایسی ہی ایک ہستی اس شہر، اس مسجد، اس محلے میں گزری حضرت مولانا اللہ یارخانؒ، آنے والی صدیاں جس کے نقوش پا تلاش کریں گی۔ یہ بڑے نصیب کی بات ہے اور رب العالمین کی تقسیم ہے کہ کس کے حصے میں کیا آتا ہے۔ یہ لوگ بڑے عجیب لوگ ہوتے ہیں، عوامی زندگی بسر کرجاتے ہیں لیکن یہ لوگ اخص الخواص ہوتے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ اللہ کریم مجھے یہ توفیق دے اور میں اس پہ بات کرسکوں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعبے میں کیا کام کیا۔ یہ تو دنیا جانتی ہے جب پاکستان بنا تو اس وقت میدان میں علماء میں سے پانچ، چھ حضرات تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، پیر احمد شاہ بخاریؒ، مولانا عبدالستار تونسویؒ، مولانا دوست محمد قریشیؒ یا کوئی ایک دو اور ہستیاں ہوں گی جو اس سطح پر تھے۔ وہ عہد دھینگا مشتی کا نہیں تھا۔ مناظرے ہوتے تھے، دلائل سے بات ہوتی تھی۔ ہماری پوری اہل سنت برادری کے پاس یہی پانچ چھ لوگ سرمایہ ہوتے تھے اور یہ وہ پہلو ہے جسے ہر کوئی جانتا ہے۔ حضرتؒ کا علمی پایہ بھی بلند تھا اور تمام فرقہ باطلہ کے خلاف بہت اعلیٰ پائے کے مناظر تھے۔ عالم ہونا ایک بات ہے، مناظر ہونا اس سے ایک الگ بات ہے۔ مناظر بہت پائے کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ صرف علم ہی نہ ہو دماغ حاضر ہو فوراً جواب دے سکیں، سوال کرسکیں۔ یہ ایک الگ فن ہے جس میں تربیت دی جاتی ہے۔ جیسے افتاء ایک الگ فن ہے ہر عالم فتویٰ نہیں دے سکتا۔ جنہوں نے افتاء کا کورس کیا ہوتا ہے، مفتی ہوتے ہیں وہی فتویٰ دیتے ہیں۔ اسی طرح ہر بندہ ہر عالم مناظرہ نہیں کرسکتا۔ یہ فن ہے اور بڑی محنت سے حاصل کرنا پڑتا ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اس شعبے میں بہت بلند نام تھا اور کسی ایک فرقے کے خلاف نہیں دنیا بھر کے فرقوں کے خلاف، تمام فرق باطلہ کے خلاف آپ کا مطالعہ اور علم بہت وسیع تھا۔ نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے کائنات کو خوش نصیبوں

کو،مسلمانوں کو دین ملا، شریعت ملی، اسلام ملا۔ اس کا ایک پہلو اور بھی ہے۔ کیا شریعت الفاظ کا نام ہے؟ باتوں کا نام ہے؟ زبانی یا تحریری جو کچھ ہے یہی شریعت ہے؟ نہیں! یہ علوم نبوت ہیں۔ ہمارے پاس اللہ کی کتاب قرآن کریم ہے، اللہ کا ذاتی کلام ہے لیکن ہم نے قرآن کا نہ نزول دیکھا، نہ کسی سے سنا سوائے نبی کریم ﷺ کے، تو کلام الٰہی بھی امت کے پاس حضور اکرم ﷺ کا عطا کردہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ قرآن ہے تو ساری امت جانتی ہے کہ یہ قرآن ہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا گواہ نہیں کہ اس نے وحی الٰہی سنی ہو۔ اسی طرح سارا دین، روزمرہ کے معمولات، فرد کی ذات، قوم، ملک، بین الاقوامی سطح پر سارے تعلقات، سارے معاملات، ہر کام کو کرنے کا طریقہ، کسی کام کو نہ کرنے کا سلیقہ، دوستی کے ڈھنگ، دشمنی کے رنگ، حلت و حرمت، جائز و ناجائز، پورا نصاب، یہ کیا ہے؟ یہ علوم نبوت سے عطا ہوا۔ سب تعلیمات محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہمارے ہاں بہت سی کتابیں پڑھ لینا، بہت سے علوم کو جان لینا، بہت سی باتیں یاد کر لینا اسے علم کہتے ہیں۔ یہ صورت علم ہوتی ہے، حقیقت علم نہیں ہوتی۔ صرف پڑھ لینا یاد کر لینا، جان لینا یہ صورت علم ہے اور صورت علم کو خبر کہا جاتا ہے۔ یہ خبریں ہیں جو ایک آدمی کے پاس جمع ہو جاتی ہیں بہت خبریں جمع ہو گئیں وہ اپنے کو عالم سمجھنے لگا لیکن یہ صورت علم ہے۔ حقیقت علم کیا ہے؟ جس بات کی آپ کو خبر ہو آپ کا دل اسے قبول کرے اور دل کے قبول کرنے کی یہ دلیل ہے کہ آپ کا عمل اس پر ہو جائے یہ حقیقت علم ہے۔ انبیا، جو علم تقسیم فرماتے ہیں انبیاء جو دین امت کو پہنچاتے ہیں اس میں صرف صورت علم نہیں ہوتی، اس میں حقیقت علم ہوتی ہے۔ اللہ کا رسول ﷺ جو فرماتا ہے، جو مانتا ہے وہ فرمان رسالت پناہی ﷺ میں ڈھل جاتا ہے۔ اس کا یقین، اس کا کردار، اس کی زندگی کا تعامل ہر چیز اس شعبے میں ڈھل جاتی ہے، وہ ویسا بن جاتا ہے اسے حقیقت علم کہتے ہیں۔ انبیاء جو تقسیم فرماتے ہیں وہ حقیقت علم ہوتی ہے۔ دانشور جو بانٹتے ہیں وہ صورت علم ہوتی ہے۔

یہ جو حقیقت علم تھی اس کے اثرات کیا تھے؟ قرآن کریم کی اس آیہ کریمہ میں اسی بات پر بحث فرمائی ہے۔ مومنین کو ایمان والوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے: وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ جان لو، سمجھ لو، تمہارے اندر اللہ کا رسول ﷺ موجود ہے۔ اس آیہ کریمہ کے بارے عام آدمی کی سمجھ میں یہ بات تو آتی ہے کہ جب حضور ﷺ اس دار دنیا میں جلوہ افروز تھے اللہ نے فرمایا فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ جب حضور ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو پھر کیا مطلب ہے کہ اللہ کا رسول ﷺ تم میں موجود ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کا، اللہ کے نبی ﷺ کا امت سے جو حقیقی رشتہ ہوتا ہے وہ امتی اور رسالت کا ہوتا ہے۔ امتی اور نبوت کا ہوتا ہے امتی اور علوم نبوت کا ہوتا ہے، امتی اور برکات نبوت و رسالت کا ہوتا ہے تو حضور اکرم ﷺ اس عالم سے پردہ فرما گئے لیکن آپ ﷺ کی رسالت، آپ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کی رسالت کی برکات نہ صرف تا حال موجود ہیں بلکہ قیام قیامت تک موجود رہیں گی۔ تو گویا آپ ﷺ کے احکام موجود ہیں، اخبار موجود ہے، کردار موجود ہے، طریقہ زندگی اور طرز حیات موجود ہے، اطاعت کرنے والے کے لیے وہ برکات موجود ہیں اور عدم اطاعت والے کے لیے وہ محرومیاں بھی موجود ہیں تو اس اعتبار سے قرآن فرماتا ہے: اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت تو تم میں موجود ہے برکات تو موجود ہیں، احکام تو موجود ہیں یہ برکات رسالت ہی تھیں کہ ہر آنے والے کو شرف صحابیتؓ عطا کر دیا، اللہ نے صحابیؓ بنا دیا۔ صحابیؓ کا لفظی معنی تو صحبت یافتہ ہے، صحبت میں پہنچنے والا لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں بے نظیر منصف، دیانت دار، امانت دار، اطاعت گزار، اللہ کا مقبول بندہ۔ جس کی مثال کوئی غیر صحابی نہیں بنتا، تمام اعلیٰ صفات میں ہر غیر صحابی سے افضل ترین۔ تو صحابیؓ کیسے بن گئے، کتنے وظیفے کیے ان لوگوں نے، کہاں چلہ کشی کی، کتنے روزے رکھے، کیا کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ انہیں ایک نگاہ مصطفیٰ ﷺ شرف صحابیت سے سرفراز کر گئی۔ وہ جو کسی نے کہا تھا

من سی پارۂ دل می فروشم

میں دل کے ٹکڑے بیچتا ہوں تو کسی نے پوچھا

بکفتا قیمتش ؟

کہ شور کر رہے ہو کہ بیچتا ہوں بیچتا ہوں قیمت بتاؤ، کتنے میں بیچو گے؟

''گفتم نگاہے''

میں نے عرض کر دی کہ ایک نگاہ کے عوض بیچ دوں گا۔

''بکفتا کم ترش''

تو مخاطب نے کہا کہ مانگا مول تو نہیں ملا کرتا۔ اس میں کوئی کمی کرو، کچھ گھٹاؤ، جو مانگ رہے ہو تو مانگی قیمت کب ملتی ہے

''گفتم کہ گاہے''

میں نے کہا زندگی میں اک نگاہ سہی، کبھی زندگی میں اک نگاہ سہی۔ زندگی میں جسے اک نگاہ محمد رسول ﷺ نصیب ہوگئی وہ شرف صحابیتؓ سے سرفراز ہوگیا۔ صحابیت کیا تھی، اس کی تعریف قرآن کریم نے فرمائی ہے ۔ پہلی بات، بنیادی بات یہ ہے کہ جب تمہیں ایمان بالرسالت نصیب ہوتا ہے تو پھر سنو اور اطاعت کرو، تمہاری یہ حیثیت نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو مشورہ دینے لگو جیسا آج کا دانشور یہ سمجھتا ہے کہ اگر دین میں یہ نہ ہوتا تو وہ ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ فلاں حکم ایسا نہ ہوتا ویسا ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ کچھ زیادہ دلیر ہیں وہ کہہ دیتے ہیں کہ آج کے دور میں دین قابل عمل نہیں حالانکہ بات یہ ہے کہ آج کا عہد اتنا نااہل ہو چکا ہے کہ وہ دین کے قابل نہیں رہا۔ بات اُلٹی کرتے ہیں کہ دین ساتھ نہیں دے رہا حق یہ ہے کہ آج کا عہد اس قابل نہیں رہا کہ اللہ اسے دین سے نوازے۔ بات سیدھی اس طرح سے ہے۔ فرمایا، تمہارا کام ہے سننا اور اطاعت کرنا لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ اگر اللہ کا رسول ﷺ تمہاری رائے ماننے لگے تمہارے لیے زندگیاں دشوار ہوجائیں، مشکلات پیدا ہوجائیں، تمہارے راستے مشکل ترین ہوجائیں۔ یہ مت سوچو کہ میں مشورہ دوں، ہاں ایک ہی قاعدہ ہے۔ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا البقرہ، 258 یارسول اللہ ﷺ! میں نے سن لیا مان لیا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ فرمایا وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب کر دیا۔ تمہارا مال جاسکتا ہے، تم کھو سکتے تمہاری جان جاسکتی ہے لیکن تمہارا ایمان نہیں جاسکتا۔ اللہ نے تمہارے دلوں میں ہر چیز سے زیادہ ایمان کی محبت رکھی ہے وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ اور اس نے ایمان کو تمہارے دلوں میں سجالیا ہے۔

ہم گھروں کو سجاتے ہیں، قیمتی چیزوں کو لا کر ایسی جگہوں پر رکھتے ہیں کہ ہمارا گھر بہت عالی شان لگے۔ فرمایا، اللہ نے نور ایمان کو تمہارے قلوب میں سجا دیا ہے وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ کفر اور برائی، گناہ اور نافرمانی تمہارے دلوں میں مغضوب ترین شئے بنادی ہے، نفرت انگیز بنادی ہے ۔ تمہارے دلوں کو کفر سے، گناہ سے، نافرمانی سے متنفر کر دیا ہے۔ غلطی تمہیں کڑوی لگتی ہے۔ نیکی تمہیں میٹھی لگتی ہے، محبوب ہوجاتی ہے ۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ یہ صفات جن لوگوں کو ملیں اور یہ شرف صحبت رسول اللہ ﷺ ہے۔ حقیقت علم نصیب ہوئی، ایمان دلوں کی زینت بن گیا۔ کفر، گناہ، برائی سے نفرت ہوگئی۔ فرمایا، یہ لوگ حقیقی طور پر سیدھے راستے پر ہیں، یہ راہ راست پر ہیں۔ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً انہیں اللہ کا بہت انعام نصیب ہوا ہے۔ اس کی نعمتیں اور اس کی مہربانیاں۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ اللہ کریم خود جاننے والے ہیں کہ کس کی کیفیت کیا ہے اور اس کو کیا انعام دینا ہے۔ ہر بات سے باخبر ہے۔ ہر حال سے واقف ہے۔

تو تعلیمات نبوت میں احکام و فرائض، کلمہ طیبہ سے لے کر موت و حیات، قیامت و آخرت کا سارا دین سارا علم عطا فرمایا۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے اور ہر مومن ہر مسلمان کا کام یہ ہے کہ اسے سنے، تسلیم کرے اور اس پر عمل کرے۔ ساتھ برکات نبوت ﷺ بھی نصیب ہوئیں۔ جنہیں صحبت رسول ﷺ نصیب ہوئی ان کے دلوں میں انقلاب آ گیا، ایمان ان کے دلوں کی زینت بن گیا، زیور بن گیا۔ کفر، گناہ، برائی سے انہیں نفرت ہوگئی۔ یہ حقیقت علم ہے کہ کیفیات قرب الٰہی انہیں نصیب ہوئیں۔ کیا یہ صرف صحابہؓ کی عظمت تھی؟ انہیں نصیب ہوئیں، باقی امت کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں؟ تعلیمات باقی ہیں تو کیا برکات باقی ہیں؟ یہ آیت کریمہ اسی بات کا جواب دے رہی ہے ۔ أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ اس پہلو سے رسول اللہ ﷺ تم میں آج بھی

موجود ہیں۔ آپ ﷺ کی رسالت بھی موجود ہے، آپ ﷺ کی برکات بھی موجود ہیں، تعلیمات بھی موجود ہیں۔ علمائے حق نے عمریں صرف کر دیں تعلیمات کو مخلوق تک پہنچانے میں اور بڑے خوش نصیب لوگ تھے جنہیں یہ شعبہ زندگی نصیب ہوا۔ جن کی آدھی عمر حصول علم میں میں لگ گئی باقی آدھی علم تقسیم کرنے میں لگ گئی۔ یہی حقیقی طور پر کامیاب لوگ تھے اور دنیا میں قابل رشک لوگ تھے اور اللہ کے محبوب لوگ تھے۔

صحابہؓ نے برکات نبوت کیسے تقسیم کیں؟ حضور ﷺ کی مثال قرآن کریم نے روشنیاں تقسیم کرنے والے سورج کی دی ہے وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ایسا سورج جو روشنیاں بانٹتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا" الصحابی کالنجوم" میرے صحابہؓ ستارے ہیں وہ سورج کی روشنی لے کر آگے تقسیم کرتے ہیں جب حضور ﷺ دار دنیا سے پردہ فرما گئے تو تقسیم برکات صحابہؓ سے بھی ہوئی کہ جو بھی کسی صحابیؓ کی صحبت میں پہنچا وہ تابعی ہو گیا۔ ایک الگ طبقہ بن گیا جس کی نظیر نہیں ملتی گویا تعلیمات نبوت کے ساتھ برکات نبوت بھی نصیب ہو گئیں لیکن جو انداز نبی کریم ﷺ کا تھا وہ غیر نبی کا تو نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے حضور ﷺ کی صحبت میں صحابیؓ بنے تو صحابیؓ کی صحبت میں تابعیؒ بنے اور یہ بھی ایک نگاہ کا معاملہ ہے کہ جو ان کی نگاہ میں آ گیا، جو ان کی صحبت میں پہنچ گیا، تابعین میں بھی یہ قوت موجود تھی جو تابعین کی مجلس میں پہنچا وہ تبع تابعی کہلایا اور یہ وہ تین طبقے ہیں جن کے بارے حضور ﷺ نے خبر دی خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ یہ تینوں طبقے صحابہؓ، تابعی، تبع تابعینؒ یہ خیر القرون ہیں جتنے زمانے گزرے ان میں بہترین زمانے، اور بہترین لوگ تھے۔ کیا تبع تابعین کے بعد برکات تقسیم ہونا بند ہو گئیں؟ ہرگز نہیں تھوڑا سا انداز مختلف ہو گیا۔ بارگاہ رسالت ﷺ میں تو سورج تھا جو سامنے آیا روشن ہو گیا پھر بات ستاروں تک آئی۔ تبع تابعین کے بعد حاصل کرنے والے کو بھی کچھ محنت کرنا پڑی۔ وہاں محنت کی کرائی ملتی تھی، جو سامنے آیا ایک دفعہ، نور نبوت اس پر پڑا اس کا سب کچھ روشن ہو گیا، دل روشن ہو گیا۔ تبع تابعین کے بعد حصول کے لیے کچھ لوگوں کو اپنے دل کا زنگ اتارنا پڑا۔ میل اتارنا پڑا

کیونکہ دینے والوں میں وہ قوت نہیں تھی نہ لینے والوں میں وہ قوت تھی تو اللہ کریم نے سب سے زیادہ جس حکم کو دہرایا ہے وہ ذکر الٰہی ہے اور یہاں تک فرمایا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا اتنی اللہ اللہ کرو کہ کائنات محو ہو جائے، صرف اللہ رہ جائے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللهِ او کما قال رسول اللہ ﷺ (بیہقی)۔ ہر چیز کی پالش ہوتی ہے جو اسے صفا کرتی ہے۔ دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔ تبع تابعین کے بعد تبع تابعین سے ان لوگوں نے برکات نبوت ﷺ لیں جنہوں نے ذکر کر کے اپنے سینوں کو منور کیا، اپنے دلوں کو صاف کیا، ان کا زنگ اتارا تو انہیں وہ کیفیات اور برکات نبوت اپنی حیثیت کے مطابق نصیب ہوئیں۔ لیکن ایک بات میں ضرور عرض کروں گا کہ ذاکرین، اہل اللہ اور علمائے حق کی فہرست بڑی طویل ہے۔ حتمی طور پر کوئی نہیں جانتا اور ہر عہد میں کتنے کتنے اللہ کے عظیم بندے گزرے ہیں، کتنے کتنے بہترین ذاکر گزرے ہیں، کتنے کتنے بڑے صوفی گزرے ہیں کتنے بڑے قرب الٰہی کے حامل گزرے ہیں، کتنے کتنے لوگ علمائے ظواہر پر گزرے ہیں، اللہ سب پر رحم فرمائے لیکن سب کو کوئی نہیں جانتا۔ ایک بات، یہ ایک سنت تھی، بارگاہ رسالت ﷺ میں جو بھی آیا صحابیؓ ہو گیا۔ جو بھی ایمان لے کر آیا صحابیؓ ہو گیا۔ قید نہیں تھی عالم تھا یا ان پڑھ تھا، مرد تھا یا خاتون تھی، بزرگ تھا یا بچہ تھا، امیر تھا یا غریب تھا، یہ کوئی قید نہیں تھی، ایک ہی قید تھی جو ایمان کے ساتھ بارگاہ رسالت ﷺ میں پہنچے سب صحابیؓ ہو گئے۔ یہ سنت صحابہؓ کے عہد میں بھی قائم رہی۔ جو بھی صحابیؓ کے پاس پہنچا تابعی ہو گیا۔ اسے وہ کیفیات نصیب ہو گئیں، اس کے دل میں نور ایمان زینت بن گیا، اسے کفر سے گناہ سے برائی سے عداوت ہو گئی، دشمنی ہو گئی، نیکی محبوب ہو گئی ان کی خدمت میں جو پہنچا تابعی بن گیا۔ تابعین میں بھی یہ سنت موجود رہی اور برکات موجود رہیں، جو ان کی بارگاہ میں پہنچا تبع تابعی ہو گیا۔ تبع تابعین کے بعد پھر یہ سنت قائم نہ رہی۔ ان کے بعد والوں کی خدمت میں کوئی پہنچا، اس نے علوم ظاہری حاصل کیے، برکات حاصل نہیں کیں۔ کوئی پہنچا اس نے برکات بھی حاصل کر لیں۔ اور ایک

بات یادرکھیں جنہیں برکات نبوت نصیب ہوتی ہیں وہ سب عالم ہوتے ہیں۔یا خودان کے پاس علم ہوتا ہے یا کسی عالم سے وابستہ ہوتے ہیں۔ بغیر علم کے اطاعت نبوت ﷺ پر قائم نہیں رہا جاسکتا۔ تو ہر صوفی عالم ہوتا ہے لیکن ہر عالم صوفی نہیں ہوتا۔ علوم ظاہری حاصل کرنے والا ہر عالم جو ہے وہ کیفیات کا حامل نہیں ہوتا، برکات کا حامل نہیں ہوتا لیکن ہر صوفی عالم ہوتا ہے پھر یہ دو طبقے بن گئے۔ کچھ وہ لوگ جنہوں نے تعلیمات بھی حاصل کیں اور برکات بھی حاصل کیں۔ کچھ وہ لوگ جنہوں نے علوم ظاہری حاصل کئے، انہیں سینے سے لگایا، ان پر عمریں بسر کردیں اور انہیں مخلوق خدا تک پہنچانے میں تقریراً، تدریساً اور تحریراً زندگیاں صرف کردیں۔ اللہ ان پر کروڑوں، کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور سب کو اپنے قرب جوار رحمت میں جگہ دے، ہمارے لیے سب محترم ہیں لیکن جنہوں نے علم ظاہر کے ساتھ کیفیات قلوب بھی حاصل کیں، زیادہ احسان ان کا ہے۔ چودہ سو سال بیت گئے، چودہ صدیاں اس مبارک دور کو گزرے بیت گئیں۔

ہم تاریخ تصوف اور صوفیاء کے حالات جب پڑھتے ہیں، بڑے بڑے عظیم نام ہیں ان میں سے بیشمار لوگوں کو علوم شریعت اور علوم طریقت پہنچے لیکن جب برکات کی طرف ہم آتے ہیں تو بڑے بڑے صوفی کے ساتھ پانچ، دس، چار، ایک، دو، تین تھوڑے سے نام نظر آتے ہیں جنہوں نے ان سے برکات نبوت بھی حاصل کیں اور تاریخ تصوف میں اٹھا کر دیکھ لیجئے جہاں تک آپ پڑھیں گے، جہاں تک آپ جائیں گے آپ کو بڑے بڑے عظیم صوفیوں کے ساتھ چند نام نظر آئیں گے باقی سب علوم ظاہری حاصل کرنے والے لوگ نظر آئیں گے۔ کیفیات قلبی حاصل کرنے والے لوگ چند نظر آئیں گے اور یہ صرف میری عقیدت یا محبت کا تقاضا نہیں ہے یہ تاریخی بات ہے۔ اللہ جس کو چاہے اور جس سے چاہے جو کام لے سکتا ہے اور جسے چاہے اس عزت، اس درجے سے نواز سکتا ہے اس کی اپنی تقسیم ہے۔ یہ چودہ سو سال بعد اسی آپ کے شہر کا مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ ایک بندہ اس راہ سے گزرا جس کی زندگی میں جو اس سے وابستہ ہوا اسے علوم ظاہری بھی نصیب ہوئے اور کیفیات باطنی بھی نصیب ہوئیں اور یہ سنت خیر الانام تبع تابعین کے بعد مولانا اللہ یار خانؒ نے زندہ کی۔ آج جاپان سے لے کر امریکہ کے مغربی ساحلوں تک، چین سے لے کر جنوبی افریقہ تک، دنیا کے ہر ملک میں ذاکرین مرد موجود ہیں، خواتین موجود ہیں، علماء موجود ہیں، ان پڑھ موجود ہیں بزرگ موجود ہیں، بچے موجود ہیں۔ پوری چودہ صدیوں میں ایک بے مثل اور بے مثال صوفی حضرت مولانا اللہ یار رحمۃ اللہ علیہ ہیں ہم کیا ہیں؟ ہم کچھ نہیں ہیں ہمارا اپنا کچھ نہیں، ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہماری حیثیت صرف اتنی ہے کہ حضرتؒ نے ہمیں ایک ذمہ داری دے دی ہم کھڑے وہاں اپنا کام کررہے ہیں، برکات انہیں کے سینے سے آرہی ہیں، مخلوق کے سینے وہی منور کررہے ہیں۔ اب یہ آگے اپنا اپنا نصیب ہے کہ کس نے حاصل کیں، کس نے نہ کیں لیکن میں یہ عرض کردوں کہ آج روئے زمین پر کوئی ملک ان برکات سے خالی نہیں اور یہ معمولی بات نہیں ہے یہ بہت بڑی بات ہے۔ لوگوں کے رنگ مختلف ہیں، صورتیں مختلف ہیں، زبانیں مختلف ہیں، موسم مختلف ہیں، قد کاٹھ مختلف ہیں، لباس مختلف ہیں، حلیے مختلف ہیں لیکن عشق نبوت اور عشق محمد ﷺ سب کے سینے میں ایک سا موجزن ہے۔ جس کے سارے سوتے حضرت اللہ یار خانؒ کے قلب سے پھوٹ رہے ہیں، وہی اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ ساری عمر اس مسجد میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ یہ تو اپنے اپنے نصیب اور طلب کی بات ہے کہ اللہ کسی کو کتنی طلب دیتا ہے کس کو کتنی آرزو دیتا ہے اور کس کو کتنی خواہش دیتا ہے اور پھر اس کو اس کے بدلے کتنا انعام دیتا ہے۔

یہ معاملہ اللہ اور اللہ کے بندے کے درمیان ہے۔ ہر بندے کا ایک ذاتی تعلق ہے اللہ سے جسے کوئی نہیں جانتا صرف اللہ اور بندے کے درمیان ہے۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ نے اطلاع دی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ یہ لوگ کفر پر جمے ہوئے ہیں آپ ان پر محنت نہ کیجئے یہ نہیں مانیں گے اس لیے کہ میرا اور ان کا تعلق اتنا بگڑ چکا ہے کہ آپ ﷺ کی کوشش سے بھی اب یہ جڑ نہیں سکتا تو گویا اللہ کریم نے حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دی

تو آپ ﷺ کو خبر ہوئی ورنہ بندے کا ایک ذاتی تعلق اللہ سے ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ نماز باجماعت کی فضیلت میں ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ دس بندے ہوں تو دس طرح انوارات آتے ہیں، دس بندوں کا اپنا اپنا تعلق ہے اپنی اپنی طرح کا ہے بیس ہو جائیں تو بیس اور سو دو سو ہو جائیں، پانچ سو، ہزار ہو جائیں تو ہزار طرح کے انوارات کی بارش برستی ہے اور جب بارش برستی ہے تو سارے مستفید ہوتے ہیں تو سب کو کیفیات نصیب ہوتی ہیں۔ صلوٰۃ باجماعت کی برکات میں سے ایک یہ برکت ہے تو اگر کسی بدنصیب کا اللہ سے وہ تعلق بگڑ جائے تو اللہ نے نبی ﷺ کو بھی بتایا کہ ان کی بات مجھ سے اتنی بگڑ چکی ہے کہ انہیں تو یہ نصیب نہیں ہوگی۔ وہ تو بات الگ ہے۔ اللہ کا تقسیم کرنے کا نظام ایسا ہے کہ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ (الشوریٰ) کوئی کہیں ہو، دنیا کے کسی گوشے میں ہو اس کے دل میں انابت آ جائے اسے ہدایت عطا کرتا ہے۔ مفسرین کرام اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ جس کے دل میں رجوع الی اللہ آ جائے اور وہ صدق دل سے آ جائے تو اللہ اسے ایسے بندوں کے پاس پہنچا دیتا ہے جو اسکی تربیت کرتے ہیں۔ تو آج حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا یہ پودا اپنی ٹھنڈی چھاؤں میں ایک عالم کو بسائے ہوئے ہے اور یہ لوگ ہیں جو نیکی پہ جان دیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں برائی اور گناہ سے نفرت ہے۔ فرشتہ کوئی نہیں ہو سکتا معصوم عن الخطا انبیاء ہوتے ہیں غیر نبی محفوظ تو ہو سکتا ہے معصوم نہیں، اللہ حفاظت فرماتا ہے اس کی، صحابہ کرامؓ محفوظ تھے، تابعین، تبع تابعین محفوظ تھے معصوم نہیں۔ محفوظ وہ حضرات تھے جن کی اللہ کریم گناہ سے حفاظت فرماتا ہے۔ اہل اللہ بھی محفوظ ہوتے ہیں۔ انسان ہیں بتقاضائے بشریت غلطی بھی ہو سکتی ہے لیکن دلی آرزو یہ ہوتی ہے کہ میں اللہ کی اطاعت کروں، اللہ کے نبی ﷺ کی اطاعت کروں اور معاملات اس طریقے سے کروں کہ کام بھی ہو میرا رسول ﷺ بھی خوش ہو، میرا اللہ بھی راضی ہو اور میرا معاملہ بھی چلتا رہے

یہ وہ برکات تھیں جو آپ کی اس بستی سے بٹنے لگیں اور بٹ رہی ہیں اور بٹتی رہیں گی۔ جس طرح تعلیمات رسالت ﷺ میں زندگی اور موت کوئی فاصلہ نہیں ڈال سکتی اسی طرح برکات رسالت میں بھی زندگی اور موت کوئی فاصلہ نہیں ڈال سکتی۔ چونکہ یہ اللہ کا کام ہے، اللہ تو باقی ہے، ان چیزوں کو وہ باقی رکھتا ہے برکات کو باقی رکھتا ہے اور ان کے آگے اسباب اور وسائل بناتا چلا جاتا ہے تو ہم جو کچھ بھی ہیں ہم پر اس کا احسان ہے کہ ایک ذریعہ بنا دیا بات کو آگے پہنچانے کا تو ہماری ذاتی حقیقت تو کچھ بھی نہیں۔ ہمارا سارا کمال صرف یہ ہے کہ ہم وہ تار بن گئے جس سے یہ شعلہ گزر رہا ہے ہم وہ بٹن بن گئے جس سے یہ روشنی آن ہوتی ہے۔ ہم وہ فرد بن گئے جو اس کی امانت کو آگے منتقل کر رہا ہے اور میرے جیسے بندوں کے لیے یہ بھی عظیم رتبہ ہے۔ بادشاہ ہونا اور بات ہے اور بادشاہ کے دروازے پہ دربان بن جانا بھی بڑا رتبہ ہے۔ تو اللہ کریم نے یہ شرف آپ کے اس شہر عظیم کو بخشا، اس کی گلیوں کو بخشا، آپ کی ان مساجد کو بخشا، آپ کو پتہ ہو نہ ہو لیکن آج بھی یہ برکات روئے زمین پر یہیں سے پہنچ رہی ہیں اور میں یہ تاریخی طور پر عرض کر رہا ہوں، پوری تاریخ تصوف پڑھ لیجئے میرا تجربہ ہے کہ اب تو بور لگ گئے، نلکے آ گئے، پانی کی ٹنکیاں آ گئیں۔ پہلے، مساجد میں پنہارے، ہوا کرتے تھے جو پانی کا مٹ بھر دیتے تھے اور میں نے یہ دیکھا ہے کہ پنہارے عموماً بے نماز اور بے دین قسم کے لوگ ہوتے تھے وہ خود نماز نہیں پڑھتے تھے، نمازیوں کے لیے پانی کا مٹکا بھر جاتے تھے۔ ایک چھوٹی سی مسجد جو حضرتؒ کے گھر کے ساتھ ہے جب ہم آیا کرتے تھے جو پنہارہ ہوا کرتا تھا وہ بھی فنافی الرسول ﷺ تھا۔ یہ کیا کیا بات کی جائے، کیسی کیسی عجیب باتیں ہیں تو اللہ کریم ہمیں ان لوگوں میں رکھے جو ان برکات نبوت سے مستفید ہو رہے ہیں، اس عطائے الٰہی سے مستفید ہو رہے ہیں اور حاضر و غائب حضرات کو قبول فرمائے اور سب کے دلوں کو روشن فرمائے، سب تک ان برکات کو پہنچائے، ہمارے گناہ معاف فرمائے، ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے، اور ہمیں حقیقی دین، اس کا علم بھی اور اس کی برکات و کیفیات بھی، دین کی معلومات بھی اور دین کی کیفیات بھی عطا فرمائے۔ اس پہ زندہ رکھے، اس پہ موت دے اور انہیں لوگوں کے ساتھ حشر فرمائے

(آمین) وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

مساعی جمیلہ
ناظم اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا دورۂ برطانیہ

فرحان معراج، لندن

الحمد اللہ رب العالمین

اللہ کریم کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں اپنے پیارے حبیب ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا اور ہمیں اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی۔

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے سالکین پر اللہ کریم کا خصوصی احسان ہے کہ ہمیں شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کی ذات پر نور میں ایسی ہستی سے وابستہ کردیا جنہوں نے اس دور ظلمت میں ہم گنہگاروں کو بارگاہ اقدس ﷺ کی حضوری عطا فرمائی۔

اک نظر سیماب جی ہو جائے اپنے حال پر
عمر بھر ہم اس عطا پر مان کرتے جائیں گے
(حضرت جی)

ایسے دور میں جس میں ظلمت انتہا کو پہنچ رہی ہے، خاص کر اس دیار غیر میں جہاں انسانی اور اخلاقی اقدار تیزی سے دم توڑ رہی ہیں، اللہ رب العزت کا احسان ہے اور مشائخ کی انتہائی شفقت اور شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی خاص عنایت ہے کہ وہ ہر سال سلسلہ عالیہ کے ناظم اعلیٰ و قائم مقام شیخ جناب صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان مدظلہ عالی کو سالکین کی دینی، روحانی اور انتظامی تربیت کے لئے برطانیہ دورہ پر روانہ فرماتے ہیں۔

محترم بھائی جان ملک عبدالقدیر اعوان مدظلہ عالی کے ان دوروں سے جہاں سالکین کی روحانی تربیت ہو رہی ہے وہاں سلسلہ عالیہ کے انتظامی امور کو بے انتہا تقویت ملی ہے۔ گزشتہ سال برطانیہ کے دورے کے دوران آپ نے ایک موقع پر فرمایا، " اللہ کو اون (own) کرو، 'کہو میرے اللہ'۔ نبی کریم ﷺ کو بھی اون (own) کرو، 'کہو میرے نبی ﷺ'۔ اسی طرح سلسلہ عالیہ کو بھی اون (own) کرو، جب تک ہم سلسلہ عالیہ کو اون (own) نہیں کریں گے بات نہیں بنے گی۔ بات آگے کرنے کے لئے ایک اعتماد چاہیے وہ تب تک نہیں آئے گا جب تک سلسلہ عالیہ کو اون (own) نہیں کریں گے"۔ اس تربیت کا ثمر اس سال بھائی جان کے ہر پروگرام میں بکثرت دیکھنے میں ملا۔ تمام پروگراموں میں سلسلہ عالیہ کے سالکین کے علاوہ نئے احباب کی اک کثیر تعداد موجود ہوتی تھی۔

دورہ برطانیہ ۲۰۱۵

محترم ناظم اعلیٰ و قائم مقام شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ملک عبدالقدیر اعوان مدظلہ عالی کے دورے کا بے چینی سے انتظار تھا جو یورپ کے دورے کے بعد رکھا گیا تھا۔ آخر انتظار کی یہ گھڑیاں بروز سوموار مورخہ ۲۳ مارچ ۲۰۱۵ کو محترم صاحبزادہ صاحب کی لندن آمد سے ختم ہوئیں۔ شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے برطانیہ کے لئے صاحب مجاز محترم ضمیر اعوان اور مختلف شہروں سے آئے ہوئے ساتھیوں نے محترم مہمان کو ایئر پورٹ پر خوش آمدید کہا۔

الحمد اللہ، احباب سلسلہ اور ذاکرین کم وبیش برطانیہ کے ہر بڑے شہر میں موجود ہیں۔ محترم صاحبزادہ صاحب کے اس دورے کے پروگرام پورے برطانیہ میں ترتیب دیئے جا چکے تھے۔ اس 17 دنوں پر مشتمل خوبصورت دورے کا باقاعدہ آغاز اسی شام ویسٹ لندن (West London) میں چوہدری نجم العالت کے گھر مغرب کے ذکر سے ہوا۔ محترم ناظم اعلیٰ صاحب کا لندن میں قیام ۲۵ مارچ تک رہا جس میں ساتھیوں کو روزانہ ذکر کے ساتھ ساتھ انفرادی وقت بھی ملا۔ آپ

نے ۲۵ مارچ کو ایک مقامی ٹیلی وژن چینل (TVPrime) کے ایک ٹاک شو میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی اور Islam and Extremism کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ اسی شو میں شیخ المکرم کے بیان کا ایک حصہ بھی ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔ یہ شو برطانیہ کے علاوہ پورے یورپ میں دیکھا گیا۔

۲۶ مارچ کو والسل (Walsall) کے امیر محترم ماجد حبیب صاحب نے ایک خصوصی پروگرام کا اہتمام مقامی ریسٹورنٹ میں کیا جس میں مقامی ساتھیوں کے علاوہ تبلیغی جماعت کے دوستوں نے شرکت کی۔ محترم بھائی جان نے حضور نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کی ضرورت پر زور دیا۔ آخر میں ساتھیوں کو انفرادی وقت بھی عطا فرمایا۔ اسی رات آپ برمنگھم تشریف لے آئے۔

محترم صاحبزادہ صاحب کا ۲۷ مارچ کو جمعۃ المبارک کا بیان برمنگھم کی ایک مشہور جامع مسجد میں ترتیب دیا گیا تھا تا کہ عام لوگوں تک سلسلہ عالیہ کا پیغام پہنچ سکے۔ آپ نے انتہائی خوبصورت انداز میں فرائض نبوت ﷺ بیان فرمائے اور ان کی روشنی میں ہم اپنی زندگی کیسے اسوہ حسنہ کے سانچے میں ڈھال سکتے ہیں پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ ساتھیوں کے علاوہ مقامی علماء نے بھی شرکت فرمائی اور بیحد عقیدت کا اظہار کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے ذکر کروایا اور لوگوں سے ملاقات کی۔ اس موقع پر ساتھیوں نے شیخ المکرم کے بیانات کی سی ڈیز اور ماہانہ اجتماع کے دعوت نامے بھی تقسیم کیے۔

۲۷ مارچ کی شام برمنگھم کے ایک ممتاز بزنس مین نے اپنے گھر میں شہر کے تاجروں کی محترم بھائی جان سے ملاقات کا انتظام کر رکھا تھا۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے انتہائی سادہ اور خوبصورت انداز میں ان مسائل کا حل بیان فرمایا جن کا مسلمانوں کو یورپ میں سامنا ہے۔ آپ نے فرمایا آج بھی سکون، امن، کامیابی اسلام میں ہیں۔ بیان کے بعد محترم بھائی جان نے ذکر کروایا اور حاضرین کے سوالوں کے جواب بھی دیئے اور انہیں انفرادی وقت بھی عطا فرمایا۔

۲۸ مارچ، محترم ضمیر اعوان صاحب نے دارالعرفان برمنگھم (Birmingham) میں وی آئی پی کانفرنس کا اہتمام کیا ہوا تھا جس میں پچھلے سال کی طرح سیاسی، سماجی اور ممتاز شخصیات کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس میں خصوصی طور پر برمنگھم سٹی کے لارڈ میئر، مختلف وارڈز کے کونسلرز اور شاعروں کی ایک مجلس نے شرکت کی۔ اپنے خطاب میں محترم بھائی جان نے شیخ المکرم کا اور سلسلہ عالیہ کا بھرپور تعارف پیش کیا اور تزکیہ نفس کی اہمیت پر ارشادات فرمائے۔ اس کانفرنس کی میڈیا کوریج دو اخبارات نے کی۔ آخر میں ذکر کے بعد شرکاء کے لئے کھانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔

اسی دن شام دارالعرفان برمنگھم میں علماء کانفرنس کا بھی اہتمام تھا، اس سال پچھلے سال آنے والے علماء کے علاوہ مختلف مکاتب فکر کی کافی نئے علماء نے محترم صاحبزادہ صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ علماء سے بیان میں محترم بھائی جان نے شیخ المکرم کا بھرپور تعارف کروایا۔ آپ نے پروگرام کے آخر میں ذکر کروایا اور علماء کو انفرادی وقت بھی دیا۔ ان دونوں کانفرنسز سے کمیونٹی کے سرکردہ لوگوں کو جہاں سلسلہ عالیہ کا پیغام اور شیخ المکرم کا تعارف پہنچایا گیا وہاں آپ ﷺ کی اقوام کے سرداروں کو دعوت و تبلیغ کی خوبصورت سنت بھی ادا کی گئی۔ امید ہے آنے والے وقت میں یہ افراد سلسلہ عالیہ کی برکات نہ صرف خود حاصل کریں گے بلکہ آگے پہنچانے کا سبب بھی بنیں گے، انشاءاللہ۔

۲۹ مارچ، ظہر کے ساتھ دارالعرفان برمنگھم میں یو کے کا مرکزی اجتماع ترتیب دیا گیا تھا، اس پروگرام میں پورے برطانیہ سے مردوں اور خواتین کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی سعادت حاصل کی، دارالعرفان برمنگھم میں تل دھرنے کی بھی جگہ نہ تھی۔ مقامی ساتھیوں کے علاوہ ملک بھر کے مختلف شہروں سے نئے اور پرانے ساتھی اس پروگرام میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ احباب نے تلاوت قرآن پاک، نعت/کلام شیخ اور تعارف شیخ پیش کیا۔ محترم مہمان نے ضرورت ذکر اور تزکیہ نفس کیلئے مجاہدہ کی ضرورت و اہمیت پر انتہائی خوبصورت ارشادات فرمائے۔ پروگرام کا اختتام ذکر قلبی سے ہوا۔

۲۹ مارچ کی شام لندن کے مرکزی پروگرام کا اہتمام الفرڈ ایسٹ

لندن(Ilford.LondonEast) میں کیا گیا تھا۔محترم بھائی جان کا استقبال لندن کے امیر فرحان معراج اور مقامی احباب نے کیا۔ تقریب کا انعقاد ایک معروف ہال میں کیا گیا تھا۔مقامی اور قریبی شہروں کے احباب کے علاوہ دیگر شعبہ ہائے زندگی اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے افراد نے بھرپور شرکت کی۔احباب نے تلاوت قرآن پاک،نعت/کلام شیخ اور شیخ المکرم کا تعارف پیش کیا۔محترم بھائی جان نے بعثت رحمت دو عالمﷺ کے موضوع پر خطاب فرمایا اور آخر میں طریقہ ذکر قلبی خفی کی افادیت اور اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ طریقہ ذکر دور حاضر میں کردار سازی اور تعمیر سیرت کیلئے نا صرف موثر ترین ہے بلکہ آج کے دور کی اشد ضرورت ہے۔محترم بھائی جان نے ذکر کے بعد ساتھیوں کو انفرادی وقت بھی دیا۔اس پروگرام کی میڈیا کوریج وینس ٹی وی(TVVenice) نے کی،اور مکمل ریکارڈنگ ایک ہفتہ بعد چلائی گئی جو برطانیہ کے علاوہ یورپ میں بھی دیکھی گئی۔

۳۱ مارچ، برمنگھم میں خواتین کا سالانہ اجتماع دارالعرفان میں منعقد ہوا جس میں ۹۰ کے قریب خواتین نے شرکت کی۔محترم بھائی جان نے تزکیہ نفس اور گھریلو زندگی کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔اور آخر میں ذکر کے بعد خواتین کے سوالوں کے جواب بھی عطا فرمائے۔

یکم اپریل کی دوپہر کو اولڈ ہیم(Oldham) میں محترم صاحبزادہ صاحب کا استقبال مقامی ساتھیوں نے مسجد میں کیا، جہاں پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔آپ نے علم کے حصول اور اسلام میں فعال زندگی گزارنے کی اہمیت کے موضوع پر گفتگو فرمائی اور آخر میں ساتھیوں کو انفرادی وقت بھی عطا فرمایا۔پروگرام کے بعد ایک ساتھی نے اپنے گھر مقامی تاجروں کو محترم بھائی جان سے ملاقات کا اہتمام کر رکھا تھا۔

یکم اپریل کی شام محترم بھائی جان ہڈرزفیلڈ (Huddersfield) تشریف لے گئے۔پروگرام کا اہتمام ایک ساتھی کے گھر میں کیا گیا تھا جہاں مرد اور خواتین دونوں نے شرکت کی جن میں کافی تعداد نئے لوگوں کی تھی،ساتھی گردونواح سے بھی پروگرام میں شرکت کیلئے آئے ہوئے تھے۔محترم بھائی جان نے تزکیہ نفس کے موضوع پر بیان فرمایا اور آخر میں ذکر کے بعد حاضرین کے سوالات کے جواب عطا فرمائے اور انفرادی وقت بھی دیا۔

۲ اپریل کی دوپہر بارنسلے(Barnsley) میں ساتھیوں کیلئے ایک گھر میں خصوصی پروگرام کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جہاں محترم بھائی جان کا استقبال بارنسلے(Barnsley) اور باٹلے(Batley) دونوں حلقہ ذکر کے ساتھیوں نے کیا۔ آپ نے ذاتی اصلاح اور معاشرے میں مثبت کردار ادا کرنے کی ضرورت پر گفتگو فرمائی۔آخر میں ذکر کے بعد ساتھیوں کو انفرادی وقت بھی عطا فرمایا۔

۲ اپریل کی شام میں محترم بھائی جان شیفیلڈ(Sheffield) تشریف لے گئے جہاں انکا استقبال وہاں کے امیر محترم یوسف خان نے کیا۔ پروگرام کا اہتمام مقامی مسجد میں کیا گیا تھا جہاں مقامی اور قریبی شہروں کیساتھیوں کے علاوہ کافی نئے لوگوں اور مقامی علمائے شرکت کی۔محترم صاحبزادہ صاحب نے فرائض نبوتﷺ اور ہماری عملی زندگی کے موضوع پر انتہائی خوبصورت خطاب فرمایا۔آخر میں ذکر کے بعد آپ نے نئے ساتھیوں کے سوالات کے جواب عطا فرمائے اور انفرادی وقت بھی دیا۔

۳ اپریل کو محترم بھائی جان نے دارالعرفان بریڈ فورڈ(Bradford) میں جمعۃ المبارک کے موقع پر لوگوں کی کثیر تعداد سے خطاب فرمایا، دارالعرفان میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ مقامی لوگوں کے ساتھ ساتھ احباب دوسرے شہروں سے بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔آپ نے تزکیہ نفس کی اہمیت اور عملی زندگی کے موضوع پر گفتگو فرمائی اور آخر میں ذکر کے بعد آپ نے ساتھیوں کو انفرادی وقت بھی عطا فرمایا۔پروگرام کے بعد محترم بھائی جان نے جماعت کے انتظامی امور کے حوالے سے ساتھیوں کی ایک میٹنگ بلائی۔جس میں صاحب مجاز کے ساتھ سلسلہ عالیہ کے انتظامی امور سرانجام دینے کے لئے ساتھیوں کی ایک ٹیم بنائی گئی۔

اسی شام بریڈفورڈ کے امیر محترم ایوب اعوان نے دارالعرفان بریڈفورڈ میں ایک پروگرام ترتیب دیا ہوا تھا۔جس میں مقامی اور قریبی شہروں کے

معروف علماء کو خصوصاً مدعو کیا گیا تھا۔ پروگرام میں مرد و خواتین کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ احباب نے تلاوت قرآن پاک، نعت/کلام شیخ اور شیخ المکرم کا تعارف پیش کیا۔ محترم بھائی جان ملک عبدالقدیر اعوان مدظلہ عالی نے حیات طیبہ ﷺ ایک بہترین نمونہ کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ آخر میں ساتھیوں کو محترم بھائی جان سے ملاقات کا موقع بھی ملا۔

۴ اپریل کا پروگرام مانچسٹر کے ایک ہال میں ترتیب دیا گیا تھا جہاں امیر مانچسٹر ڈاکٹر عمران زکریا اور احباب نے محترم بھائی جان کو خوش آمدید کہا ہے۔ ہر پروگرام کی طرح یہاں بھی مقامی ساتھیوں کے علاوہ دوسرے شہروں سے بھی ساتھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جسکی وجہ سے عورتوں اور مردوں کے دونوں ہال crowded over تھے۔ بہت سے نئے لوگوں نے پروگرام میں شرکت کی۔ احباب نے تلاوت قرآن پاک، نعت/کلام شیخ اور شیخ المکرم کا تعارف پیش کیا۔ مسلسل سفر اور پروگرامز کے بعد محترم بھائی جان کی طبیعت ناساز تھی اور محسوس ہو رہا تھا شائد آپ زیادہ دیر خطاب نہ فرما سکیں مگر اللہ کریم نے مدد فرمائی نا صرف آپ نے 'معاشرے میں ہمارا کردار اور تزکیہ نفس' کے موضوع پر بھرپور بیان فرمایا بلکہ پروگرام کے آخر میں لوگوں کو انفرادی وقت بھی دیا۔ اگلے دن گلاسگو، سکاٹ لینڈ میں پروگرام تھا لہذا یہاں سے فارغ ہو کر سکاٹ لینڈ عازم سفر ہوئے۔

۵ اپریل کی شام پروگرام کا اہتمام گلاسگو (Glasgow, Scotland) کے ایک ریسٹورنٹ میں کیا گیا تھا۔ محترم بھائی جان کی طبیعت سارا دن کافی ناساز رہی اسکے باوجود آپ پروگرام میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ سکاٹ لینڈ کے امیر مبشر ارائیں اور دیگر احباب نے محترم مہمان کا استقبال کیا۔ گلاسگو ان شہروں میں سے ہے جہاں حضرت شیخ المکرم اپنے بین الاقوامی دوروں میں ہر سال تشریف لے جاتے تھے۔ ۱۹۹۵ کے بعد یہ سلسلہ عالیہ کا پہلا باقاعدہ پروگرام تھا جس میں مقامی لوگوں نے بھرپور شرکت کی۔ احباب نے تلاوت قرآن پاک، نعت/کلام شیخ اور شیخ المکرم کا تعارف پیش کیا۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے ' آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور ہمارا کردار' پر خطاب فرمایا۔ پروگرام کو خوبصورتی کے ساتھ ترتیب دیا گیا تھا اس پروگرام کی وساطت سے کافی نئے لوگوں تک سلسلہ عالیہ کا تعارف پہنچا۔ پروگرام کے آخر میں ساتھیوں کو انفرادی وقت بھی عطا فرمایا۔ یہ پروگرام محترم مہمان کا اس سال کے مصروف ترین شیڈول کا یو کے میں آخری پروگرام تھا۔

محترم صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان مدظلہ عالی نے ناسازصحت کے باوجود آپ نے نا صرف تمام پروگرامز میں شرکت فرمائی، بیان فرمایا بلکہ پروگرامز کے آخر میں حاضرین کی تشفی تک انفرادی وقت بھی دیا۔ آپ جہاں ساتھیوں کی روحانی تربیت فرما رہے تھے وہاں آپ مسلسل انتظامی امور میں بھی رہنمائی فرما رہے تھے۔ آپ شیخ المکرم مدظلہ العالی کو روزانہ اجتماعات اور پروگراموں کے متعلق آگاہ فرماتے۔ جس تیزی سے وقت گزر رہا تھا اسی شدت سے یہ احساس زور پکڑ رہا تھا کہ ان بہاروں کے لیے اب ایک سال انتظار کرنا ہوگا۔ محترم بھائی جان ۹ اپریل ۲۰۱۵ کو یو کے کا دورہ مکمل فرمانے کے بعد پاکستان واپس تشریف لے گئے۔

شیرینی، جمال فضاؤں میں رچ گئی
وہ عشق کے مرض کو بڑا عام کر گئے

اللہ کریم شیخ المکرم اور بھائی جان کے درجات بلند فرمائیں، اجر عظیم عطا فرمائیں، ہمیں شیخ المکرم کے ساتھ حق پر استقامت عطا فرمائیں اور غزوۃ الہند میں آپ کی معیت میں شمولیت عطا فرمائیں، آمین۔

(بقیہ صفحہ 47 سے آگے) میرے شوہر نے اسے بھی ضائع کر دیا تو میرے بھائی نے اپنا بقایا نصف مال بھی مجھے دے دیا اس کی بیوی معترض ہوئی تو میرے بھائی نے جواب دیا "خدا کی قسم! میں اپنی بہن کو اپنے مال کا بدترین حصہ نہیں دوں گا وہ پاک دامن ہے اور میرے لئے یہ کافی ہے کہ میں اس کے ننگ و عار کا لحاظ رکھوں۔ اگر میں مر جاؤں گا تو وہ اپنی اوڑھنی میرے غم میں چاک کر دے گی اور میرے غم میں اپنے سر پر بالوں کا سربندھ رکھے گی"

"چنانچہ میں اپنا سر اپنے شجاع اور سخی بھائی کی یاد میں باندھتی ہوں۔"
ہر حال ان دونوں واقعات اور تنبیہ کے بعد انہوں نے سربا ندھنا چھوڑ دیا اور رضائے الٰہی پر صابر و شاکر ہو گئیں۔ (جاری ہے)

خواتین کا صفحہ

حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام فاران راولپنڈی

نام ونسب: حضرت خنساءؓ کا اصل نام تماضر تھا۔ خنساءؓ لقب تھا۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ قیس کے خاندان بنوسلیم سے تھا۔ سلسہ نسب کچھ یوں ہے خنساءؓ بنت عمرو بن رباح بن یقظہ بن عصیبہ بن حقاف۔ آپؓ نجد کی رہنے والی تھیں۔

قبیلے کی فضلیت: بنوسلیم، قبیلہ قیس بن عیلان کی ایک اہم شاخ تھا۔ یہ قبیلہ اپنی شرافت نفس، جود وسخا اور شجاعت ودلیری کی بنا پر قبائل عرب میں امتیازی حیثیت کا حامل تھا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ خود رحمت عالم ﷺ نے اس قبیلہ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

''بلاشبہ ہر قوم کی ایک پناہ گاہ ہوتی ہے اور عرب کی پناہ گاہ قیس بن عیلان ہے''۔

بچپن: مورخین نے حضرت خنساءؓ کے سال ولادت کی تصریح نہیں کی لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرت نبوی سے تقریباً پچاس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ ان کا والد عمرو، بنوسلیم کا رئیس تھا۔ اپنی وجاہت اور ثروت کی بنا پر بڑے اثر ورسوخ کا مالک تھا۔ اس نے اپنی اولاد حضرت خنساء اور ان کے دو بھائیوں صخر اور معاویہ کی پرورش بڑے ناز و نعم سے کی یہاں تک کہ وہ بڑے ہوکر اعلیٰ خصائل کے مالک ہوئے۔

حضرت خنساءؓ ابتدا ہی سے بہت چست، ہوشیار اور خوبرو تھیں اس لیے خنساءؓ کے لقب سے مشہور ہوئیں جس کے معنی ہرنی کے ہیں۔

شعر گوئی: آپؓ کی فطرت میں ہی شعر وسخن کا ذوق ودیعت تھا چنانچہ صغرسنی میں بھی کبھی کبھی دو چار شعر موزوں کرلیا کرتی تھیں۔ رفتہ رفتہ شعور کی پختگی کے ساتھ ان کی شعری صلاحتیں بھی ترقی کرتی گئیں یہاں تک کہ عنفوان شباب میں شعر وسخن کے نہایت اعلیٰ ذوق نے اور عربی ادب پر کامل عبور نے ان کی شہرت چاروں طرف پھیلا دی۔

والد کا انتقال اور بھائیوں کی سرپرستی: عنفوان شباب کو پہنچنے سے قبل ہی ان کے شفیق باپ کا انتقال ہوگیا یہ حضرت خنساءؓ کے لئے جانکاہ صدمہ تھا۔ لیکن ان کے دونوں بھائیوں معاویہ اور صخر نے ایسی محبت اور دلسوزی سے ان کی سرپرستی کی کہ وہ باپ کا غم بھول گئیں اور اپنے بھائیوں سے ٹوٹ کر محبت کرنے لگیں۔ ان کو دیکھ دیکھ کر جیتی تھیں۔

نکاح: اسی زمانے میں بنوہوازن کے مشہور شہ سوار، شاعر اور رئیس درید بن الصمہ نے حضرت خنساءؓ کو ان کے بھائی معاویہ کے ذریعہ شادی کا پیغام دیا جسے حضرت خنساءؓ نے بوجوہ رد کردیا۔ بعض مورخین نے یہ وضاحت کی ہے کہ درید ایک معمر شخص تھا اور شکل وصورت بھی بہت پسندیدہ نہ تھی۔ اس لئے اس کو دیکھ کر حضرت خنساءؓ نے انکار کردیا۔ اور اس کے اور اسکے قبیلے کے بارے میں حضرت خنساءؓ نے طنزیہ انداز میں کچھ اشعار بھی کہے۔ اس کے بعد اپنے قبیلے کے ایک نوجوان رواحہ بن عبدالعزیٰ سے شادی کی۔ اس سے حضرت خنساءؓ کا ایک بیٹا ابوشجرہ عبداللہ پیدا ہوا لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور شوہر انتقال کرگئے۔ اس کے انتقال کے بعد وہ مرداس بن ابوعامر کے عقد میں آئیں جس کا تعلق بھی بنوسلیم سے ہی تھا۔ (طبقات الشعراء: 197)

اولاد: اس شوہر سے ان کے تین بیٹے عمرو، زید اور معاویہ پیدا ہوئے اور آخر میں ایک بیٹی عمرہ پیدا ہوئی۔

مرداس ایک بہادر اور حوصلہ مند شخص تھا اس نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر ایک دلدلی زمین کو قابل کاشت بنانے کی کوشش

کی وہاں کی مرطوب آب وہوا نے اس کی صحت پر برا اثر ڈالا اور بخار میں مبتلا ہوکر مرگیا۔ اس کے بعد حضرت خنساءؓ نے ساری زندگی بیوگی کی حالت میں گزار دی۔ ان کے دونوں بھائیوں نے ان کی سرپرستی اور دلجوئی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور وہ دلجمعی کے ساتھ اپنے بچوں کی پرورش میں مصروف رہیں اور اپنا ذوق سخن بھی پورا کرتی رہیں لیکن ان کا دائرہ شہرت محدود رہا۔

مرثیہ گوئی کا آغاز: اپنی زندگی میں آگے چل کے وہ ایک شہرہ آفاق مرثیہ گو شاعرہ کے مرتبے پر فائز ہوئیں۔ جس واقعہ نے ان کی زندگی کا رخ بدل دیا وہ ان کے دونوں مربی بھائیوں کا یکے بعد دیگرے انتقال تھا۔

مورخین کے مطابق عکاظ کے میلے میں ان کے بھائی معاویہ کا بنو مرہ کے ایک شخص ہاشم کے ساتھ جھگڑا ہوگیا۔ اس نے بدلہ لینے کے لئے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بنو مرہ پر دھاوا بول دیا اور لڑائی کے دوران ہاشم کے بھائی کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔

اس کے بعد صخر نے اپنے بھائی کا بدلہ لینے کی قسم کھائی اور موقع پاکر درید کو قتل کردیا۔ اور اس کے ساتھی نے ہاشم کو قتل کردیا۔

اس پر بھی اس کی آتش انتقام سرد نہ ہوئی اور برابر بنو مرہ پر حملے کرتا رہا اور اس کشمکش میں بنو مرہ کے حلیف بنو اسد کے ایک شخص نے صخر کو شدید زخم کردیا۔ وہ کئی ماہ تک نیم جان پڑا رہا اور حضرت خنساءؓ اپنے محبوب بھائی کی لگاتار تیمارداری کرتی رہیں لیکن وہ جانبر نہ ہوسکا۔ صخر شجاع، عاقل اور خوبصورت جوان تھا۔ حضرت خنساءؓ اس کی موت سے شدید متاثر ہوئیں۔ دل و دماغ میں بھڑکنے والی آگ نے فصیح و بلیغ مرثیوں کی شکل اختیار کرلی۔

صخر کے فراق میں کہے گئے ان کے مرثیے ایسے دلسوز اور جانگداز تھے کہ جو سنتا اشکبار ہوئے بنا نہ رہ سکتا۔ وہ نہ صرف عام لوگوں میں بلکہ ہمعصر شعرا میں بھی مقبول ہوگئیں۔ سب ان کی قادر الکلامی کا لوہا مان گئے۔

ان کے چند اشعار کا ترجمہ ہے۔

اے میری آنکھو! خوب روؤ اور ہرگز نہ رکو کیا تم صخر جیسے سخی پر نہ روؤ گی؟

کیا تم اس شخص پر نہ روؤ گی جو نہایت جری اور جوان رعنا تھا۔

کیا تم اس سردار پر نہ روؤ گی جو سرو قد تھا اور جس کا پرتلہ بڑا لمبا تھا

درمنثور میں ہے کہ حضرت خنساءؓ صبح وشام صخر کی قبر پر جاکر اس قسم کے دردناک اشعار پڑھتیں اور زار زار روتی تھیں

سورج جب نکلتا ہے تو مجھے صخر کی یاد دلاتا ہے

اور اسی طرح ہر غروب آفتاب کے وقت بھی مجھے اس کی یاد آتی ہے

اگر مرے ارد گرد مرے ہوؤں پہ رونے والوں کی کثرت نہ ہوتی تو میں اپنے آپ کو ہلاک کرڈالتی۔

اے صخر! اگر تم نے اب میری آنکھوں کو رلایا تو (کیا ہوا اس سے پہلے) ایک لمبے عرصے تک تم مجھے ہنساتے بھی تو رہے ہو۔

تم زندہ تھے تو تمہارے طفیل میں آفات و حوادث کو دفع کرلیتی تھی۔

افسوس! اب کون اس بڑی مصیبت کو دور کرے گا۔ بعض مقتولوں پر رونا اچھا نہیں لگتا لیکن تجھ پر رونا بے حد قابل ستائش ہے۔

عکاظ کا میلہ: زمانہ جاہلیت میں ربیع الاول سے ذیقعد تک مختلف مقامات پر میلے لگا کرتے تھے۔ بازار عکاظ کا میلہ ان میں سب سے زیادہ مقبول تھا۔ اس میں عرب کے تمام رؤسا اور ارباب ہنر و کمال شامل ہوتے۔ قبائل کے نئے سردار چنے جاتے اور باہمی تنازعات کے فیصلے ہوتے۔ غرض یہ میلہ ہر لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا عرب کے ہر شاعر کا یہ خواب ہوتا تھا کہ عکاظ کے میلے میں اپنا کلام سنائے۔

حضرت خنساءؓ بھی اس میلے میں شریک ہوتیں جب ان کی آمد آمد ہوتی تو لوگ اس طرف کو دوڑ پڑتے اور ان کے اونٹ کے گرد گھیرا ڈال کر مرثیے سنانے کی فرمائش کرتے اور جب وہ چند اشعار سناتیں تو سامعین رنج والم سے دھاڑیں مار مار کر روتے۔ وہ لوگ جو عام زندگی میں سنگدل تھے اور قتل وغارت گری جن کے لئے کھیل تماشہ تھا۔ یہ سیل اشک ان میں بھی جذبہ انسانیت کو بیدار کردیتا۔

حضرت خنساءؓ کو تمام اصناف سخن غرض صرف ونحو پر بھی کمال درجہ کا عبور حاصل تھا خصوصاً مرثیہ گوئی میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں عکاظ کے

میلہ میں ان کے خیمے میں پر ایک جھنڈا نصب تھا جس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے۔الخنساءؓ۔۔۔۔۔ارثی العرب

یعنی (عرب کی سب سے بڑی مرثیہ گو خنساءؓ)

عرب کے عظیم ترین شاعر نابعہ ذبیانی کو آپؓ نے اپنے اشعار سنائے تو وہ پکار اُٹھا ''واقعی تو عورتوں میں سب بڑی شاعرہ ہے اور اگر میں ابوبصیر (اعشٰی) کے اشعار نہ سن لیتا تو تجھ کو اس زمانے کے تمام شعراء پر فضیلت دیتا'' (طبقات الشعراء)

قبول اسلام: حضرت خنساءؓ کا آغاز پیری تھا کہ فاران کی چوٹیوں سے آفتاب رسالت طلوع ہوا مگر وائے بدبختی !اہل مکہ نے اس نور ہدایت سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔دوسری طرف تین سو میل دور اہل یثرب کی قسمت میں یہ سعادت عظمیٰ لکھی ہوئی تھی چنانچہ جب یثرب مدینۃ النبی بن گیا۔جب پیغام حق آہستہ آہستہ عرب کے تمام اطراف و اکناف میں پھیلنے لگا تو حضرت خنساءؓ کے کانوں میں بھی اس پیغام کی بھنک پڑی۔ اللہ نے انھیں فطرت سعید سے نوازا تھا۔یہ پیغام سنتے ہی دل و دماغ کی دنیا بدل گئی۔اپنے قبیلے کے چند آدمیوں کو ساتھ لیا اور مدینہ منورہ میں آئیں اور حاضر خدمت ہو کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئیں۔

علامہ ابن اثیرؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔

کہ اس اس موقع پر سرور عالمؐ بڑی دیر تک ان کا فصیح و بلیغ کلام سنتے رہے وہ سناتی جاتی تھیں اور حضور ﷺ فرماتے جاتے تھے شاباش!اے خنساءؓ (اسد الغابہ ج5 ص441)

قبول اسلام کے بعد وہ واپس اپنے قبیلے میں گئیں اور لوگوں کو پیغام رسالت پہنچا کر اسلام کی ترغیب دی۔زبان میں بڑی تاثیر تھی چنانچہ بے شمار لوگوں نے ان کی تبلیغ سے متاثر ہو اسلام قبول کر لیا۔اس کے بعد وہ وقتاً فوقتاً مدینہ منورہ آتیں اور رحمت عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضان نبویؐ سے بہریاب ہوتیں۔

بھائی کا سوگ: اسلام لانے کے بعد حضرت خنساءؓ کے دل سے اپنے محبوب بھائیوں خصوصاً صخر کی محبت محو نہ ہو سکی۔وہ ایام جاہلیت کے دستور کے مطابق ہمیشہ اپنے سر پر بالوں کا گچھا سا باندھے رکھتیں اس ضمن میں دو روایتیں ملتی ہیں۔

پہلی روایت: علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے طواف کعبہ کے دوران انہیں اس حالت میں دیکھا تو فرمایا،خنساءؓ اسلام اس قسم کے سوگ کی اجازت نہیں دیتا۔

انہوں نے عرض کی ''اے امیر المومنین!کسی عورت پر رنج والم کا ایسا پہاڑ نہ ٹوٹا ہوگا میں اسے کیسے برداشت کروں''

حضرت عمر نے دلاسہ دیا ''اس دنیا میں لوگ اس سے بھی بڑے مصائب و آلام کا شکار ہوتے ہیں ذرا ان کے دلوں میں جھانک کر تو دیکھو جس چیز کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے اس کو اختیار کرنا مصیبت ہے۔

اس کے بعد انہوں نے سوگ کی علامت ترک کر دی لیکن بھائی کو بھلانا ان کے بس میں نہ تھا اس کی یاد میں رونا دھونا برابر جاری رہا لیکن اب اس نے دوسری صورت اختیار کر لی اب وہ اس قسم کے اشعار پڑھا کرتیں۔

وکنت له من الثار وانا الیوم ابکی له من النار

ترجمہ: پہلے تو میں صخر کا بدلہ لینے کی خاطر رویا کرتی تھی اور اب اس لئے روتی ہوں کہ وہ قتل ہو گیا اور اسلام نہ لا سکا اور اب جہنم کی آگ میں جلتا ہوگا۔

دوسری روایت: حافظ ابن حجر کی اس سلسلے میں روایت ہے کہ حضرت خنساءؓ کبھی کبھی عائشہؓ کے پاس حاضر خدمت ہوتیں تو ان کے سر پر بالوں کا گچھا بندھا ہوتا جو عرب میں انتہائے سوگ کی علامت تھا تو حضرت عائشہؓ نے انہیں اس سے منع فرمایا کہ یہ اسلام میں جائز نہیں ہے۔

تو انہوں نے جواباً کہا ''اے ام المومنین!یہ سر باندھنے ایک خاص وجہ ہے''

حضرت عائشہؓ نے پوچھا ''وہ کیا ہے؟''

تو حضرت خنساءؓ نے کہا میرا خاوند انتہائی فضول خرچ تھا اور قمار باز تھا اس نے اپنا تمام زر جوئے میں ہار دیا۔ہم دانے دانے کو محتاج ہو گئے۔جب میرے بھائی صخر کو علم ہوا تو اس نے اپنے تمام مال کا بہترین نصف مجھے دیا۔

(باقی صفحہ نمبر 44 پر)

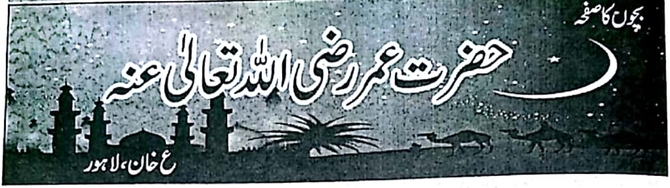

بچوں کا صفحہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ع خان، لاہور

حضرت عمرؓ کے والد محترم کا نام خطاب اور والدہ محترمہ کا نام غنتمہ تھا۔ وہ ہشام بن المغیرہ کی بیٹی تھیں جو کہ قریش کے معزز لوگوں میں سے تھے۔ آپؓ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوے بن فہر بن مالک۔ حضرت عمرؓ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ ﷺ سے جا کر ملتا ہے۔

خانہ کعبہ اپنی تعمیر کے بعد ہمیشہ سے مقدس مقام رہا ہے۔ اس زمانے میں بھی عرب خانہ کعبہ کی زیارت کو آتے رہتے تھے، جس کی وجہ سے مکہ معظمہ کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ قریش چونکہ خانہ کعبہ کے مجاور بھی تھے اس لیے ان کے تعلقات اور کاروبار بہت پھیلے ہوئے تھے جس وجہ سے بہت سے شعبے بن گئے تھے مثلاً خانہ کعبہ کی نگرانی، حجاج کی خبر گیری ،سفارت ،قبائل کے سرداروں کا انتخاب ، مقدمات ،مجلس شوریٰ وغیرہ وغیرہ حضرت عمرؓ کے خاندان کے بزرگوں کے پاس سفارت کا شعبہ تھا جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں یہ شعبہ آپ کے پاس آ گیا۔

حضرت عمرؓ اپنی نوجوانی میں ہی فن سپہ گری ، پہلوانی ،تقریر کرنے اور نسب دانی کے علوم کے ماہر تھے۔ نسب دانی کا علم A complete knowledge of the family trees of Arabs سفارت کے شعبے کو سنبھالنے کے لیے ایک ضروری علم سمجھا جاتا تھا تا کہ مختلف علاقوں اور قبائل کے سرداروں کے ساتھ معاملات کو ان کے نسب اور ان سے متعلق مسائل کی روشنی میں بہتر طریقے سے طے (deal) کیا جائے۔ پہلوانی اور کشتی کے فن میں بھی آپؓ کو کمال حاصل تھا۔ ''عکاظ'' جبل عرفات کے پاس ایک مقام تھا جہاں ہر سال پہلوانی اور کشتی کے فن کے ماہر آ کر اپنے کمال دکھاتے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی اس تعلیم گاہ کے تعلیم یافتہ تھے اور آپؓ نے اس فن میں خوب کمال حاصل کیا تھا۔ حضرت عمرؓ بہت اچھے شہسوار بھی تھے۔ گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوتے تھے اور اس طرح جم کر بیٹھتے کہ گھوڑا اپنی شوخیوں یا تیز رفتاری کے باوجود آپؓ کو اپنی جگہ سے ہلا نہ پاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے پاس سفارت کا شعبہ بھی اس لیے تھا کہ یہ صرف ان حضرات کو مل سکتا تھا جو کہ قوت تقریر اور معاملات کو صحیح سمجھنے میں کمال رکھتے ہوں۔

جب آنحضرت ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو اس وقت قریش کے تمام قبیلے میں صرف 117 افراد تھے جو لکھنا جانتے تھے، جن میں سے ایک حضرت عمر فاروقؓ تھے۔ آپؓ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور اسی سلسلے میں دور دور ملکوں کے سفر کیے۔ حضرت عمرؓ بے حد خوددار، بلند حوصلہ اور بے حد معاملہ فہم تھے۔ قبائل میں جب کوئی پر خطر معاملہ پیش آتا تو حضرت عمرؓ کو سفیر بنا کر بھیجا جاتا۔

قبول اسلام اور ہجرت : حضرت عمر فاروقؓ ستائیس سال کے تھے جب نبی اکرم ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے گھرانے میں آپؓ کے بہنوئی سب سے پہلے اسلام لائے، ان کے اسلام لانے کے ساتھ ہی ان کی زوجہ محترمہ (جو کہ حضرت عمر فاروقؓ کی بہن تھیں) بھی اسلام لے آئیں۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو آپؓ نہایت غصے میں ان کے گھر پہنچے وہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھیں۔ حضرت عمر

کی آواز سن کر چپ ہو گئیں اور قرآن پاک کی سورۃ مبارک جس چیز پر لکھی تھی اسے چھپا دیا۔ آپؓ کے پوچھنے پر کہا کہ وہ کیا پڑھ رہی تھیں، آپؓ کی بہن اور بہنوئی نے ٹالنے کی کوشش کی جس پر (آپؓ نے دونوں کی پٹائی کردی۔ اس پر آپؓ کی بہن رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ آپؓ سے جو ہوسکتا ہے کریں لیکن اب ہم اسلام نہیں چھوڑیں گے۔ ان کے الفاظ اور استقامت نے آپؓ پر خاص اثر فرمایا۔ آپؓ نے اپنی بہن سے کہا کہ جو آپ پڑھ رہی تھیں مجھے بھی لا کر دکھائیں۔ اٹھا کر دیکھا تو سورۃ مبارک کے الفاظ نے آپؓ پر ایک رعب طاری کر دیا۔ سبح لله مافی السموت والا رض وھو العزیز الحکیم اور جب آپؓ اس آیت مبارک تک پہنچے امنوا باالله ورسوله تو بے+اختیار پکار اٹھے کہ اشھدان لا اله الا الله واشھد ان محمد رسول الله ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ حضرت ارقمؓ کے مکان پر تشریف رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ جب وہاں پہنچے اور دروازے پر دستک دی تو صحابہ کرامؓ جو اس وقت وہاں موجود تھے، انہیں دروازہ کھولنے میں تردد تھا کہ جانے کس ارادے سے آئے ہیں لیکن پھر حضرت حمزہؓ کے فرمانے پر دروازہ کھول دیا گیا۔ حضرت عمرؓ جب حضور اکرم ﷺ کے قریب آئے تو آپ نے حضرت عمرؓ کا دامن کھینچ کر فرمایا کہ کیوں عمرؓ! کس ارادے سے آئے ہو، حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ ایمان لانے کے لیے۔ حضور اکرم ﷺ بے ساختہ ''اللہ اکبر'' پکار اٹھے، اور ساتھ ہی صحابہ کرامؓ نے مل کر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ یہاں پر آپ کو یہ بتاتے چلیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمایا کرتے تھے کہ ابوالحکم (ابو جہل) یا عمرؓ سے اسلام کو طاقت ملے کیونکہ ان دونوں کا وہاں بہت رعب و دبدبہ تھا۔ سو اللہ پاک نے حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔

حضرت عمر فاروقؓ کے اسلام لانے سے اسلام کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اب تک تقریباً 40 لوگ اسلام قبول کر چکے تھے لیکن کفار کی شدت کی مخالفت اور تکالیف (torture) دینے کے سبب اب تک خانہ کعبہ میں جا کر نماز ادا کرنا ممکن نہ ہو سکا حضرت عمر فاروقؓ کا تمام اہل مکہ میں اس قدر رعب تھا کہ جب حضرت عمر فاروقؓ اسلام لائے تو تمام صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ کی معیت میں جا کر خانہ کعبہ میں نماز ادا کی۔ حضرت عمر فاروقؓ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے۔ ان پانچ چھ سالوں میں کفار نے مسلمانوں کو شدید تکلیف اور اذیتیں دیں کہ شاید اس طرح لوگ اسلام کی طرف راغب ہونا چھوڑ دیں۔ لیکن اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں دن رات اضافہ ہوتا چلا گیا، اگرچہ ساتھ ہی ساتھ کفار کے مظالم میں بھی شدت آتی چلی گئی، اس پر آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ جن لوگوں کو کفار کے مظالم سے نجات نہیں مل سکتی وہ ہجرت کر جائیں۔ اس پر سب سے پہلی ہجرت حبشہ کی طرف ہوئی۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے بیس (20) صحابہ کرامؓ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ صحابہ کرامؓ کی اس ہجرت کے سبب سے اسلام اردگرد کے علاقوں میں بھی پھیلنے لگا اور پھر چند سال کے بعد خود جناب حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ایک مسلم سلطنت کا قیام عمل میں آ گیا۔

مدینہ منورہ پہنچ کر نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے بھائی چارے کی بنیاد رکھی یعنی ایک مہاجر کو اسی رتبے کے ایک انصاری مدینہ منورہ رہنے والے مجاہد کا بھائی بنا دیا، اور اس میں انصار نے قربانی کی وہ مثال قائم کی کہ قیامت تک اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کو قبیلہ بنی سالم کے سردار حضرت عتبانؓ بن مالک کا بھائی قرار دیا۔ بھائی چارے کا نظام بن جائے کے بعد ساتھ ہی مسجد نبوی کی تعمیر کا کام شروع ہوا اور یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا کہ مسلمانوں کو نماز کا وقت ہو جانے کی اطلاع کیسے دی جائے۔ چند تجاویز سامنے تھیں لیکن ابھی کوئی رائے قرار نہیں پائی تھی کہ حضرت عمر فاروقؓ بھی وہاں آ گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے تجویز دی کہ ایک آدمی اعلان کرنے کے لیے کیوں نہ مقرر کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم فرما دیا گیا۔ ہجرت کے دوسرے سال 8 رمضان 2ھ کو حضور اکرم ﷺ نے 313 جانثاروں کے ساتھ غزوہ بدر کے معرکے میں شرکت فرمائی۔ اس معرکے میں کفار کی طرف سے قریش کے تمام قبائل نے شرکت کی سوائے بنو عدی قبیلہ کے۔ اس قبیلے کا ایک بھی شخص غزوہ بدر میں شامل نہیں تھا۔ یہ حضرت عمر فاروقؓ کا قبیلہ ہے اور وہ غالباً حضرت عمر فاروقؓ کے رعب کی

کھجور Date

حکیم عبدالماجد اعوان سرگودھا

وجہ سے اس میں شامل نہیں ہوئے۔

مضر:۔ گرم مزاج والے افراد اور تلی وجگر کی امراض میں مبتلا افراد کے لیے کھجور کا استعمال مفید نہیں ہے۔

حکیم عزیز الرحمن اپنی کتاب طب نبوی ﷺ میں کھجور کی اہمیت اور افادیت احادیث مبارکہ کا حوالہ دیتے ہوئے یوں اجاگر کرتے ہیں۔

طب نبوی ﷺ اور کھجور

ماہ رمضان المبارک میں کھجور کا استعمال بڑے ذوق وشوق اور عقیدت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ کھجور کے ساتھ افطاری کرنا سنت نبوی ﷺ ہے اسی لیے تمام مسلمان اس کے ساتھ افطاری کو فوقیت دیتے ہیں اسی نسبت سے ذیل میں افادہ قارئین کے لیے طب نبوی ﷺ سے کھجور کی افادیت اور فضیلت اقتباس پیش کیا جارہا ہے۔

"بلح" (کچی کھجور جو نمو کے دوسرے مرحلہ میں ہو)

امام نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی سنن حدیث ہشام بن عروہ سے بیان کیا ہے جسے انھوں نے اپنے باپ عروہ سے اور انھوں نے عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ عائشہؓ نے بیان کیا "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچی کھجور کو چھوہارے کے ساتھ کھاؤ اس لیے شیطان جب ابن آدم کو کچی کھجور چھوہارے کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ ابن آدم رہ گیا حتی کہ نئی چیز کو پرانی کے ساتھ ملا کر کھا رہا ہے۔"

اس حدیث میں "بالتمر" کا با "مع" کے معنی میں ہے یعنی کچی کھجور کو چھوہارے کیساتھ کھاؤ، اطبائے اسلام میں بعض نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچی کھجور چھوہارے کے ساتھ کھانے کا حکم فرمایا ہے۔ نیم پختہ کھجور کو چھوہارے کے ساتھ کھانے کا حکم نہیں دیا ہے اس لیے کہ کچی کھجور بارد یابس ہوتی ہے اور چھوہارا حار رطب ہوتا ہے ان دونوں کو ایک ساتھ کھانے سے ایک دوسرے کی اصلاح ہوگی اور نیم پختہ کو چھوہارے کے ساتھ کھانے سے یہ بات نہیں پیدا ہوگی کیونکہ دونوں ہی گرم ہیں۔

اگرچہ چھوہارے کے حرارت نیم، پختہ کھجور سے زیادہ ہے اور فن طب کے اعتبار سے بھی دو گرم یا دو بارد چیزوں کو ایک ساتھ استعمال کرنے جائز نہیں ہے جیسا کہ اس کو پہلے بھی بیان کیا جاچکا ہے۔ اس حدیث میں فن طب کے بنیادی اصول کے جانب رہنمائی مقصود ہے اور یہ بھی بتلانا مقصود ہے کہ ایسی تدابیر مدنظر رکھنی چاہیے جن سے غذا اور دوا کی کیفیات کا ایک دوسرے سے دفاع ہو سکے اور اس طبی قانون کو بھی رعایت کرنی چاہیے جس سے صحت کو بحال رکھا جاسکے۔

کچی کھجور کا مزاج سرد اور خشک ہے۔ منہ، مسوڑھے اور معدہ کی بیماری میں نافع ہے اور سینہ، پھیپھڑے کی بیماری میں یہ نقصان دہ ہے کیونکہ اس میں خشونت پائی جاتی ہے یہ دیر ہضم ہے اس میں معمولی غذائیت بھی ہوتی ہے۔ بلح کی کھجوروں کے درمیان وہی حیثیت حصرم (کچے انگور) کی پختہ انگوروں میں ہوتی ہے دونوں ریاح پیدا کرتے ہیں بالخصوص ان دونوں کے کھانے کے بعد جب پانی پی لیا جائے تو پیٹ میں گڑبڑ پیدا ہوجاتی ہے اس کا ضرر چھوہارے کے استعمال سے جاتا رہتا ہے شہد اور مکھن کے استعمال سے بھی اس کا ضرر ختم ہوجاتا ہے۔

بسر (نیم پختہ کھجور)۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ابوالہیثم بن تیہان نے جب نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کی مہمان نوازی کی تو اس موقع پر کھجور کا ایک خوشہ ان کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تازہ کھجوروں کو چن کر لائے ہوتے، اس پر ابوالہیثم نے کہا کہ میری خواہش یہ تھی کہ نیم پختہ اور پختہ کھجوروں میں سے جسے آپ پسند کریں چن کر کھالیں۔ نیم پختہ کھجور حار یابس ہے اس کی خشکی اسکی حرارت سے بڑھی ہوئی ہے رطوبت کو خشک کرتی ہے۔ معدہ کو صاف کرتی ہے

دعائے مغفرت

1......لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ظفر منصور

2......راولپنڈی (لالہ زار) سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی جاوید

3......راولپنڈی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حماد امجد

4......جڑانوالہ فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حافظ غلام محمد

5......ضلع ملتان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی رانا محمد سلیم کے والد محترم

6......قصور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ذاکر حسین فوجی کے والد محترم

7......کوئٹہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی اکرم شاہ صاحب کی اہلیہ

8......ڈہرکی سندھ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالرحمٰن مغل

9......شجاع آباد سے سلسلہ عالیہ کی ساتھی بیگم محمد حسین مرحوم

وفات پاگئے ہیں۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے

صقارہ ایجوکیشن سسٹم کا مرکزی ادارہ علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج

SIQARAH

صقارہ سائنس کالج

بزرگانِ دین کی سرپرستی بچوں کی سیکورٹی کا اعلیٰ انتظام صاف ستھرا ماحول

داخلہ 2015 برائے جماعت چھٹی تا بارھویں

سپیشل آفر

یکم اپریل سے فسٹ ائیر کی کوچنگ کلاسسز کا مفت آغاز

پری میڈیکل پری انجینئرنگ کمپیوٹر سائنس اینڈ آرٹس گروپ

نمایاں خصوصیات

سلیکشن امیدوار کا تحریری امتحان، انٹرویو اور میڈیکل پاس کرنا لازم ہے

- جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کشادہ کیمپس
- فیس کم، معیار اعلیٰ، بھائیوں کیلئے فیس میں خصوصی رعایت اور میرٹ اسکالرشپ
- مستعد اور تجربہ کار اساتذہ
- نظم وضبط اور اسلامی شعائر کی پابندی
- کھیلوں کے وسیع وعریض میدان
- والدین کو sms کے ذریعے حاضری اور امتحانی نتائج کی فوری اطلاع

داخلہ جاری ہے

پرنسپل: ملک اختر حسین ایم فِل کیمسٹری۔ بی ایڈ۔ ایم ایڈ

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال

or more Info: www.Siqarahedu.com Mob: 0313-6919797 Ph: 0543-562222

to impress others.

A person must sacrifice animals in proportion to his status and on behalf of all his family members and hope to be rewarded by Allah (SWT) only. If he can afford to sacrifice hundred animals, he should do that, but only to please Allah (SWT), and not to show off beforepeople.

If he can afford only one animal, he should sacrifice one; whatever he does, it should be done with utmost sincerity of the heart. We must try to save some money, around the year, so that we may be able to sacrifice an animal, on Eid ul Azha. Sacrifice can be done, after Eid prayers, on the 10th of Zil Hajj till noon of the 12th , but it is not recommended to sacrifice during these nights. The most meritorious day is Eid ul Azha and then the following days. It is to be done after the Eid prayers especially in cities where Eid prayers are always held. If somebody performs sacrifice before the prayers he must do another sacrifice after the prayers. However, in rural areas where Eid prayers are not held, sacrifice can be done at dawn of 10th of Zil Hjaj (Fiqh Dur-Mukhtar)

It must be understood that giving away a living animal in charity or its price in charity, does not replace sacrifice nor is this obligation fulfilled. Worship has its own status and cannot act as a substitute for another. Charity does not replace sacrifice just as paying Zakat does not replace Hajj or Salat. Sacrifice, as a duty is also levied upon women, with the same conditions, as required for men. If a woman owns enough wealth, she must sacrifice animals according to her status. It is meritorious for women to get their animals slaughtered in their presence. It is recommended that the animals selected for sacrifice should be of high grade and quality, although the scholars of Fiqh say that an animal that can walk to the place of slaughter is also permissible. Animals such as goat, sheep, lamb, cow, buffalo, camel and she camel can be sacrificed only; whereas slaughtering chicken, roaster (cock) or any other animal, with the intention of sacrifice, is abhorrent (مکروہ تحریمی) ?There are four defects, as guided by Prophet (SAWS), which when found in animals, it is best to refrain from sacrificing them; animal that limps, its limp is clearly visible; animal with an obvious damaged eye; a sick animal; and a very lean animal which, is so weak that it's bones have no marrow. These types of defective animals should not be sacrificed. Moreover, it is narrated by Hazrat Ali (RAU) that Prophet (SAWS) forbade us to sacrifice an animal whose horn was broken or ear was cleaved. Further, if more than one fourth of its horn, tooth or ear is damaged than it cannot be offered, in sacrifice.

Quran tells us a simple principle that we can never attain piety, unless we spend our favorite and choicest belongings, in Allah (SWT's) way. Therefore, we must choose the very best animals for sacrifice, and bear in mind that we will need the rewards, accrued on sacrifice, for the atonement of our sins, on the Day of Judgment. The sacrificial animals must also be of a certain maturity. Goats (both male & female) must be more than a year old, while cow, buffalo must be, more than two years old. It is not permissible, to sacrifice the above animals, below the recommended age. A lamb or sheep which is so fleshy that is appears to be one year old, then even if it is six months old, it can be sacrificed. However, if it is not so fleshy or fat then it is not permissible to sacrifice it before it is one year old (Shami). Hazrat Jaber (RAU) narrates, that the Prophet (SAWS) said, that seven people can jointly sacrifice a cow, ox and also a ٢camel. When, sacrifice is done jointly, we must understand that it becomes a very delicate matter, because if even one of stake holder's is unhappy about something (concerning sacrifice), then the entire sacrifice is rejected by Allah (SWT). Therefore, it is imperative for all stake holders to be in complete accord, over each and every step of sacrifice. It is also very important to see that all share holders have the correct set of beliefs, for if anyone of them holds beliefs that are contrary to Islam, then the entire sacrifice will be invalidated.

SACRIFICE QURBANI

From Translated Speech of

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

Why do we sacrifice animals on Eid ul Azha?

We simply do because our Prophet (SAWS) sacrificed animals and instructed his Ummah to do it. Prophet (SAWS) sacrificed animals, when he preformed Hajj, and also, on every Eid ul Azha. Sacrifice involves following a sequence or a pattern, whereby sacrificial animals are slaughtered on prescribed days, purely for Allah's (SWT) Pleasure. This deed, in turn blesses every Muslim with the blessings, in proportion to his sincerity, which had descended upon Hazrat Ibrahim (AS) and Hazrat Ismail (AS), befitting their Grace.

This act of obedience to Allah (SWT), teaches, that nothing should stand between us and Allah (SWT), no matter how dear to us. Eid ul Azha is a great reminder of the grand display of sacrifice presented by Hazrat Ibrahim (AS) and Hazrat Ismail (AS). Allah Kareem has been very kind by allowing the Ummah of his beloved Prophet (SAWS), to sacrifice animals, in His cause, thus sharing the same blessings and rewards which he showered upon Hazrat Ibrahim (AS) and Hazrat Ismail(AS).Narrated by Hazrat Aisha (RAU), Prophet (SAWS) said that on Eid ul Azha, the 10th day of ZilHajj, no act of man is more appreciated by Allah (SWT) than sacrifice. The sacrificial animals will be presented on the Day of Judgment with its horns and hoofs, and before its blood falls on the ground, the sacrifice attains Allah (SWT)'s Acceptance and Pleasure. So, 'O people, O Servants of Allah (SWT), sacrifice with a completely joyous heart'. Speaking on its rewards, the Prophet (SAWS) had said that against every hair of the animals, the person, who sacrifices, will get a noble deed's merit. The Companions(RAU)enquired that whatabout the animals with fleece! Prophet (SAWS) replied, that against every single strand of wool, merits of a noble deed would be awarded (Ibn-Majah). Hazrat Abdullah bin Umer (RAU) narrated that the Prophet (SAWS) stayed for ten years, after migration, in Madinah and He (SAWS) sacrificed animals every year (Tirmidhi).These narrations prove that the sacrifice done by the pilgrims, during Hajj, is obligatory for them; and the sacrifices offered by the Muslims all over the world on Eid ul Azha are also obligatory (wajib). However, it is necessary to abide by the same timings.

We would never have sacrificed animals if our Prophet (SAWS) hadn't done that, and thus we are bound to follow in the footsteps of our Prophet (SAWS). We follow Sunnah of Hazrat Ibrahim (AS), because our Prophet (SAWS) followed it, and it is a great favor of Allah (SWT) upon us, because of our Prophet (SAWS). Once, He (SAWS) sacrificed one hundred camels on Eid ul Azha, of which sixty three where slaughtered by Him (SAWS), while the rest were assigned to Hazrat Ali (RAU).He (SAWS), thus sacrificed one camel for one year, simultaneously, and that was the last Eid of His noble life. Hence, this is a chance to amass as much Divine blessings and love of the Prophet (SAWS) as one can, and indeed this is the real reward of sacrifice. However, this will be offered to only those, who sacrifice, the best animals they can buy, only to seek Allah (SWT)'s Pleasure. Every year we get a chance to attain Allah (SWT)'s forgiveness and be cleansed of our sins through such a simple procedure. Sacrifice in not merely a ritual nor should it be treated as such, whereby an animal is sacrificed just to fulfill formality or

wanted to step forward for an embrace, but was stopped by Hazrat Ji rua, who said, 'Stay where you are! If you embrace me, you will get burnt'.After this, there was no need for further guidance, and it was.announced that in future Zikr would be done by the Pas Anfis method of the Silsilah Owaisiah.

After a few days Maulana Khan Muhammad Irani came to meet Hazrat Ji rua in Pakistan and remained under his tutelage for two weeks. In this duration, Hazrat Ji rua taught him the Maraqbat, tutored him up to Salik ul Majzubi, and after giving him permission to conduct Zikr, sent him back to Abu Dhabi.

Maulana Khan Muhammad stayed approximately two years in Abu Dhabi and worked for the spread of the Silsilah. During this time he came to visit Hazrat Ji rua several times. In 1980 when his job ended, he spent some time in Chakrala with Hazrat Ji-rua who tutored him and appointed him his Majaz, after which he left for Iran and was the means for the spread of the Silsilah there.

After Maulana Khan Muhammad Irani, Hafiz Muhammad Saeed was appointed the Ameer in Abu Dhabi. This fortunate Sathi came to attend the 1982 annual Ijtema'. He was blessed with the Roohani Bai'at at night and the next morning received martyrdom through an accident.

....

Hajj and umarah p -2 from page 56

(SWT) very straight and honest. This reinforces that a pilgrim should observe the rites of Hajj diligently, according to Sunnnah, as prescribed. The output of Hajj is the same as attained from all worships, which is a strengthening of the relationship between the man and his Creator, Sustainer, Allah Kareem; and that he feels His perpetual Presence. It must be understood that Allah (SWT) is Omnipresent and it is not as if our prayer or worship will call Him. Quran states هو معکم اینما کنتم ;);" Allah (SWT) is with you wherever you are." Then, why do we need to make such efforts to attain this feeling of His Presence; In reality, this feeling needs to be developed, so that we can experience his Omnipresence, as it is we who fail to appreciate or realize it, otherwise He is everywhere.

We tend to become oblivious of the fact that Allah is present and is overseeing our actions. The pilgrim of Hajj,therefore must feel this nearness to Allah (SWT) which transforms him completely and from now on he become conscious of Allah (SWT)'s presence. The pilgrim, thus, evaluates his words and actions before speaking and doing anything. This will really make him a noble person. When this consciousness of Divine Presence has been acquired from Hajj, it will stay with the person forever. He will feel this Presence when in a gathering or even in solitude.This will also assure that the pilgrim will have death, upon faith, in this world and his grave and Barzakh will be lightened up and honor shall be bestowed upon him on the Day of Judgment. However if Hajj is performed merely as a ritual and this feeling of nearness with Allah (SWT) is not generated then indeed, this pilgrim is very unfortunate, as he went all the way to Bait Allah for Hajj, yet he remained deprived of blessings. Hajj is therefore not merely a ritual, but its rites and rules are all connected with the feelings of the Subtle Heart and its effects, are as told by a saying of the Prophet (SAWS), that a pilgrim who performs Hajj comes out of it, cleansed of all sins, as if he was born today.

Pilgrims must evaluate themselves in light of the above saying of the Prophet (SAWS) and check that, if he has been cleansed of all sins them his heart will feel repulsive towards them. His hands and feet will not indulge in Allah (SWT)'s disobedience, for during Hajj he had sought Allah (SWT)'s forgiveness for his past sins and had promised to refrain from them, in the future. This is the sign of the Hajj being accepted in Allah (SWT)'s court; that the heart is cleared of mundane love and gets inclined towards the Hereafter.

Hayat-e-Javidan

A Life Eternal (Translation)

The Spread of the Silsilah Abroad

CH No.27

With great affection, Hazrat Ji rua personally looked after him for three days, and when he felt better, gave him permission to return. The purpose of Sufi Sahib rua's visit to Pakistan had been fulfilled. Hazrat Ji rua appointed him his Majaz. After that he returned to Saudi Arabia, where a strong Jama'at came to be established through him.

In a letter to Sufi Muhammad Afzal Khan rua in 1974, Hazrat Ji rua wrote concerning the Sathis in Saudi Arabia:

If you find piety and Taqwa in a Sathi, who follows the Shari'ah and the Sunnah of the Holy Prophet saws, and also has the ability, then take him up to Salik-ul Majzoobi. Do not take him to the stations of the Higher Realm nor present him for Bai'at.' Ianother letter regarding Sufi Sahib, he-rua wrote:

'Insha Allah, soon Baqa-e Daimi will commence, its signs are beginning to be apparent. You will also receive an office, Insha Allah!'

Sufi Muhammad Afzal was Hazrat Ji rua's highly trusted student, gifted with spiritual vision. In 1976 he was present in Hazrat Ji rua's company at the office of Hazrat Ameer ul Mukarram mza at Noori Paira (presently Dar ul Irfan). At the time, some army officers were also present, who drew Hazrat Ji rua's attention to the political situation of the country. Hazrat Ji rua gave Tawajjuh to Sufi Sahib rua and he began narrating his Mushahidah concerning the fate of Bhutto and the military takeover, of which every word proved true.

The spread of the Grand Silsilah in the UAE took place through Maulana Fazal Husain rua. After association withthe Grand Silsilah ,his personal Sufi school came to a close and he had to face severe monetary problems. In this period, he requested permission from Hazrat Ji-rua many times to proceed to Abu Dhabi, but Hazrat Ji rua advised him to remain in Pakistan and serve the Deen. Finally in 1973 he was granted permission to leave for Abu Dhabi and he began to spread the Silsilah in UAE. Although, initially it commenced in Abu Dhabi, but in a short time the chain of Zikr spread over to other Middle East States including Oman and Qatar.

Due to Maulana Fazal Husain rua's severe illness in 1978, Maulana Khan Muhammad Irani was appointed to conduct the Zikr. He belonged to Iran's province of Makran. After completion of his religious training, he commenced the study of Sulook in the Mujaddidiah Silsilah. Once a week, he would conduct the Ahbab of the Silsilah Mujaddidiah in their method of Zikr, while for the rest of the week he conducted the Naqshbandiah Owaisiah Zikr. After the death of Maulana Fazal Husain rua, when the Ahbab gathered, a question arose, whether Zikr should be done according to the Owaisiah method or the Mujaddidiah. In this condition of uncertainty, someone suggested that Maulana Fazal Husain-rua be contacted spiritually in Barzakh and his opinion sought. Maulana Khan Muhammad Irani did the Maraqbah and Maulana Fazal Husain rua replied, 'Do as my Shaikh directs; now conduct the Zikr according to the Silsilah Owaisiah'.

Hazrat Ji rua was contacted spiritually for further guidance. When Maulana Khan Muhammad Irani spiritually saw him rua, he

the intention of Hajj. The pilgrim will stay in Mina and offer all his prayers there till the Fajr of 9th of ZilHajj, according to Sunnah

Second day, 9th Zil Haj,the day at Arafaat .Today the most important rite of Hajj is to be performed and indeed this is the real Hajj.After sunrise, when the daybreaks and brightens up some what, the pilgrims have to leave Mina and head for Arafaat. They shall be stationed in Arafaat from after Zuhr prayers, till sunset. This is the greatest ritual in Hajj .In Arafaat, Zuhar and Asr prayers are offered together at Zuhr time. The entire stay at Arafaat must be spent in Zikr Allah and supplications. After staying in Arafaat till sunset, the pilgrims will leave fo Muzdalifah, where they will offer Maghrib and Isha prayers together.They will spend the night at Muzdalifah; it is commendable to collect pebbles from Muzdalifah for Rami (throwing pebbles at the Jamra't)

Third day ,10th ZilHaJ:

This is the day of Eid and today many obligations of Hajj have to be performed. Hence the Eid prayers have been exempted for the pilgrims. From Fajr till sunrise they will be in Muzdalifah and then proceed to Mina. Having arrived in Mina they will cast seven pebbles at the Jumrah Uqba. It is not permissible to pick up pebbles lying near the Jumrats. According to Sunnah the time for casting pebbles on 10th ZilHaj is from sunrise till its decline. However, it is relaxed till sunset; for old and sick pilgrims and women it is even allowed, after sunset.The third obligation to be done today is the sacrifice of animals. Unless sacrifice is done, the pilgrims should not get their hair clipped nor can they quit Ihra'am. However, sacrifice is obligatory (wajib) for pilgrims performing Hajj Qiraan and Tamattu only; If any pilgrim doing Qiraan or Tamattu cannot afford to sacrifice an animal then, in lieu, he must fast for ten days in all, but in such a way that he keeps three in the days of Hajj and then keeps seven later on after returning from Hajj. Sacrifice can be done till 12th ZilHaj too, but it must be remembered that pilgrims performing Qiraan and Tamattu cannot quit Ihra'am till they have offered the sacrifice

Having done sacrifice now the pilgrims can get their hair clipped or shaved and quit their Ihra'am.The women must getair .clipped as much as the size of a phalange of their finger. Now the Ihra'am is over and the restrictions with it have finished except for one that a couple cannot copulate until they have performed Tawaf.e.Ziarah. After clipping of hair the pilgrims must take shower, wear regular clothes and go to Makah to perform Tawaf-e-Ziarah. The most commendable time to offer Tawaf-e-Ziarah is 10th Zil Haj and it is an essential rite of Hajj, though it can be performed till the evening of 12th ZilHaj (before sunset). Those who have to do Sa'ee will do Sa'ee as well, and thus the entire activity of 10th ZilHaj is completed, and the pilgrims will return to Mina.

11th ZilHajj , the fourth day of Hajj: The pilgrims well stay in Mina ,offer prayers, recite the Takbeer and will cast pebbles at all the Jumrats, if any rite has been left from the previous day, it will be done, now.

12th ZilHajj,the fifth day of HajjIf the pilgrim has not hitherto offered sacrifice or done Tawaf-e-Ziarah then he can do them today. The rite of 12th ZilHajj, otherwise, is to cast pebbles at the Jumrats.Thepilgrims may return to Makah provided they leave before sunset. Otherwise, they will have to cast stones on the 13th of ZilHaj and then leave Mina.

Tawaf-e-Wida(farewell) It is incumbent on those living outside the Meeqat, that when they leave Makah, they must perform this farewell Tawaf. This is the last obligatory rite of Hajj.

The output of HaJJ: The Quran has concluded the Ayats pertaining to the rites of Hajj with the words;(واتقوا اللہ)practice piety, and keep your matters with Allah (SWT)

. To be Continued page 54

Hajj and Umarah(part-2)

From Translated Speech of

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MATTERS PROHIBITED IN HAJJ
(Continued)

People often focus on public opinion and thus invalidate their noble deeds. This becomes a crime that although they are doing a noble deed but they are seeking the approval or pleasure of people rather than Allah (SWT). A person who goes for Hajj and his intention is to do trading then his Hajj is not valid; for instance, a pilgrim plans to buy gold from Makah, as it is relatively cheaper there, and sell it back home, upon return, and also perform Hajj then his Hajj is not acceptable. However if someone genuinely intends to perform Hajj and during his stay finds a chance to buy or sell merchandise, or earn wages, it is permissible.

When and where do we wear Ihra'mm?

Allah (SWT) has fixed certain points around Makah, beyond which nobody can go without Ihra'am, for those who intend to go to for Umarah or Hajj. These points or locations are called Meeqat. It is a general compulsion for all those living outside Meeqat, that whenever they visit Makah for any purpose, be it a business affair or a visit to friends or relatives, they must be in Ihra'am before crossing the Meeqat. If it is Hajj, they must wear Ihra'am for Hajj otherwise for Umarah and fore mostly fulfill the right of Bait- ullah and then attend to their reason for visiting Makah.

The Meeqats:

1)Dhul Hulaifa(ذوالحلیفہ) is the Meeqat for pilgrims coming from Medina Munawarrah.
2) JUHFA(حجفہ) this is for pilgrims coming from Syria.
3)Qaran al Manzail (قرن المنازل) is the Meeqat for pilgrims coming from Najd.
4)Yulmulum (یلملم) is the Meeqatfor pilgrims coming from Yemen and also fopilgrims coming from the Indo-Pak subcontinent.
5)Zaat-e.Arq (ذات عرق) is for those coming from Iraq

An important clarification:-

The scholars in Pakistan often instruct the pilgrims to wear Ihra'am from the airports in Pakistan since the aircrafts will cross the limits of Meeqat, during flight, and land in Jeddah.It is very important to clarify this notion because the protocol of Ihra'am must be observed diligently. The rule of Fiqah is, that if a person riding on a horse crosses the Meeqat, he is not required to wear Ihra'am, but when he steps down and crosses that point on foot, than he must be in Ihra'am, no matter what the purpose of his visit to Makah may be, as explanted earlier. Hence pilgrims need not be in Ihra'am at the airports and can comfortably travel to Jeddah in their regular clothes. They can then thus wear Ihra'am at the Meeqat mosque, on the way to Makah. People are not aware of this concession and thus wear Ihra'am on airports and fail to observe its protocol during the journey.It is best to read and learn, about these things, before embarking on this journey.

The five days of Hajj:

.First day, 8th ZilHajj.The pilgrims will offer Fajr prayers in Baitullah (Masjid- Haram) and after sunrise will proceed to Mina. Those performing Qiraan and Ifra'ad are already in Ihraam, while those performing Tamattu had opened their Ihra'am after performing Umarah. Hence the Tamattu pilgrims will wear Ihra'am again today, with

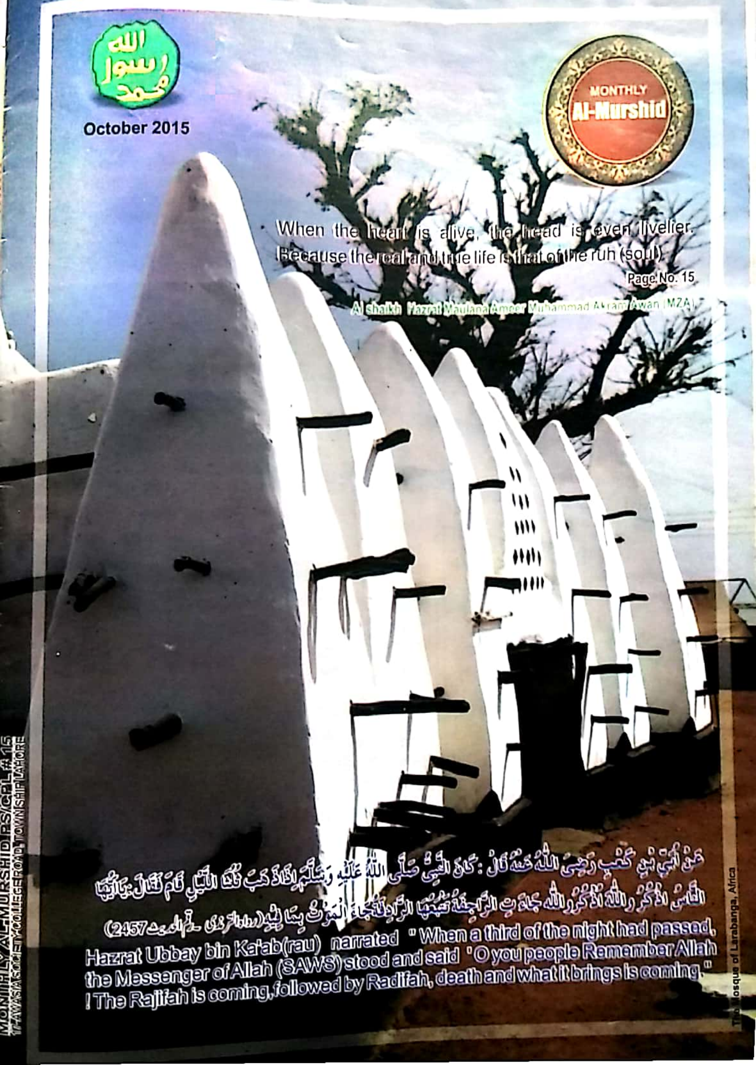

الله
رسول
محمد
October 2015
MONTHLY
Al-Murshid
When the heart is alive, the head is even livelier.
Because the real and true life is that of the ruh (soul)
Page No. 15
Al shaikh Hazrat Maulana Ameer Muhammad Akram Awan (MZA)
عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ : يَا اَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللّٰهَ اذْكُرُوا اللّٰهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ (رواه الترمذي - رقم الحديث 2457)
Hazrat Ubbay bin Ka'ab(rau) narrated "When a third of the night had passed, the Messenger of Allah (SAWS) stood and said 'O you people Remember Allah ! The Rajifah is coming, followed by Radifah, death and what it brings is coming."
The Mosque of Larabanga, Africa
MONTHLY AL-MURSHID RS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY COLLEGE ROAD, TOWNSHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاون لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255